اصولِ فقہ

خاص

www.KitaboSunnat.com

شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم
قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام
محدث لائبریری
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com
library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

قانونِ اسلامی۔ اختصاصی مطالعہ
اصولِ فقہ...... ۱۳
تفسیرِ احکام۔ ۱

خاص

عرفان خالد ڈِھلّوں

www.kitabosunnat.com

شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

251
ع
ع رف خ

قانونِ اسلامی۔ اختصاصی مطالعہ

اصولِ فقہ...... ۱۳

تفسیر احکام۔ ۱

عنوان	:	خاص
مولف	:	عرفان خالد ڈھلوں
نظرثانی	:	سیّد عبدالرحمان بخاری
ادارت	:	عرفان خالد ڈھلوں
حتمی تصحیح	:	حافظ اکرام الحق ینھر۔ شہزاد اقبال شام
نگران مطالعہ اسلامی قانون کورس	:	شہزاد اقبال شام
نگران منشورات	:	سیّد عبدالرحمٰن بخاری
ناشر	:	شریعہ اکیڈمی' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد
مطبع	:	روحا پرنٹرز ۱۷ وحدت روڈ لاہور
سال طباعت	:	۲۰۰۲ء
تعداد	:	1000

ISBN 969-8263-20-9

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر...20781......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست

۱۔	پیش لفظ	۵
۲۔	تعارف	۷
۳۔	اسلامی قانون میں اصول تعبیر و تفسیر	۹
۴۔	اسلامی اصول تعبیر و تفسیر کی تدوین	۹
۵۔	مغربی اصولِ تعبیر و تفسیر	۱۵
۶۔	اسلامی و مغربی اصول تعبیر و تفسیر کا موازنہ	۱۷
۷۔	وہ فقہی اصول جو تعبیر و تفسیر میں ملحوظ خاطر رہنے چاہئیں	۱۸
۸۔	خاص	۲۲
۹۔	خاص کی اقسام	۲۴
۱۰۔	مطلق	۲۴
۱۱۔	مقید	۲۶
۱۲۔	مطلق سے مقید مراد لینا	۲۶
۱۳۔	امر	۳۰
۱۴۔	صیغہ امر کے معانی	۳۱
۱۵۔	مطلق صیغہ امر کی دلالت	۳۴
۱۶۔	وجوب صیغہ امر سے ثابت ہوتا ہے، فعل سے نہیں	۳۶
۱۷۔	مامور بہ کی اقسام	۳۸
۱۸۔	کیا امر تکرار چاہتا ہے	۴۲
۱۹۔	کیا امر جلدی چاہتا ہے یا تاخیر	۴۴
۲۰۔	اداء اور قضا	۴۵
۲۱۔	امر کے دیگر احکام	۴۹
۲۲۔	نہی	۵۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۳۔	نہی کی اقسام	۵۵
۲۴۔	افعالِ شرعیہ پر مطلق نہی کا اثر	۵۷
۲۵۔	افعالِ شرعیہ پر نہی کا قرینہ کے ساتھ آنا	۶۰
۲۶۔	کیا نہی اپنی ضد کا امر چاہتی ہے	۶۰
۲۷۔	اہم نکات	۶۱
۲۸۔	کتب برائے مزید مطالعہ	۶۲
۲۹۔	مصادر و مراجع	۶۳

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

کسی ریاست کا رائج قانون اس میں بسنے والوں کے اساسی نظریات و عقائد کا عکاس ہوتا ہے ورنہ قانون اور قوم میں اجنبیت کے باعث نہ تو قانون اس قوم میں قبولیتِ عام کی سند حاصل کرتا ہے اور نہ قوم اس قانون کے احترام اور پاسداری میں گرمجوشی کا مظاہرہ کرتی ہے جس کا نتیجہ معاشرتی اشتات وانتشار اور بے چینی کی صورت میں نکلتا ہے۔ اگر قانون اجنبی اور مسلط کردہ ہو تو اس پر عمل جبر کے تحت ہوتا ہے اور مجبور قومیں آزاد نہیں ہوتیں۔ اجنبی قانون تو وہ قومیں اپناتی ہیں جو خود کسی دستور اور نظام قانون سے تہی دامن ہوتی ہیں۔

مسلم امہ اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ دستور سازی اور قانون سازی پر اس کا علمی ورثہ بہت گراں ہے۔ گزشتہ ۱۴ صدیوں سے مسلمان اہل علم کی تحریریں قانون اور اصول قانون پر دنیا بھر کی رہنمائی کر رہی ہیں۔ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) 'امام محمد شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) اور امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کی کتابیں آج بھی روشنی کا منبع ہیں۔

امت مسلمہ کے قانونی لوز دستوری نظام کے دو بنیادی عناصر ہیں جن کے بغیر اسلام کا قانونی نظام نہ تو اپنی صحیح شکل وصورت میں قائم رہتا ہے اور نہ ان سے فکری غذا حاصل کیے بغیر ترقی کی منازل طے کرتا ہے۔ پہلا بنیادی عنصر اسلامی عقائد ہیں جن کی وجہ سے اہل ایمان میں فکری استحکام پیدا ہوتا ہے۔ یہ فکری استحکام ایمان ویقین کی وجہ سے اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ صاحب ایمان کو ہر قسم کی فکری بے راہ روی سے محفوظ کر کے حق وصداقت کی جانب گامزن رکھتا ہے۔ دوسرا بنیادی عنصر اخلاق وتزکیہ ہے۔ مکارم اخلاق کی تعلیم اور تزکیہ نفس انسان کے کردار' مزاج اور رویہ کی اصلاح کر کے اسے معاشرہ میں تہذیب وشائستگی کے اعلیٰ مقام پر فائز رکھتے ہیں۔

امت مسلمہ جب تک اپنے فقہی اور قانونی ورثہ سے وابستہ رہی اس وقت تک اس کی ترقی کی رفتار بھی تیز رہی اور عالمی قیادت میں بھی اس کا نمایاں کردار رہا اور دنیا بھر کے انسانوں کی رہنمائی کے لئے بہترین نمونہ پیش کرتی رہی۔

لیکن جب مسلمانوں میں بنیادی عقائد کی تعلیم وتربیت کا نظام کمزور پڑ گیا اور اخلاقی اقدار میں ضعف پیدا ہوا تو اس کے اثرات مسلمانوں کی سیاسی' اجتماعی اور قانونی زندگی پر بھی مرتب ہوئے۔ پھر استعماری دور میں اسلامی روایات' نظام تعلیم' قانون اور تہذیب وتمدن کو مٹانے کے لئے منظم کوششیں کی گئیں جس کے نتیجے میں برصغیر میں ملک کے اسلامی' عدالتی اور تعلیمی نظام کی جگہ استعمار کے اپنے نظام نے لے لی۔ اس صورت حال نے اس پورے خطہ کو بری طرح متاثر کیا اور بتدریج ہر شعبہ زندگی میں شر وفساد سرایت کرتا چلا گیا جس کے تباہ کن اثرات سے آج ہم دوچار ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے برحق فرمایا تھا:

نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ وَاِنِ ابْتَغَيْنَا الْعِزَّةَ بِغَيْرِهٖ اَذَلَّنَا اللّٰهُ

ہم ایک ایسی قوم ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ عزت بخشی اگر ہم نے عزت کو اسلام کے علاوہ کسی اور نظام حیات میں تلاش کیا تو اللہ ہم کو ذلیل کر دے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن آج مسلمانوں میں موجودہ صورت حال کو تبدیل کرنے کی تڑپ پائی جاتی ہے۔وہ چاہتے ہیں کہ غیر اقوام کے قانون سے خود کو آزاد کرا کے قرآن وسنت کے نظامِ حیات میں دوبارہ عزت تلاش کریں۔اسی تڑپ کے وہ مظاہر ہیں جو دنیا کے مختلف خطوں میں عالم اسلام اور عالم کفر کے مابین کشمکش کی صورت میں نظر آرہے ہیں۔

امتِ مسلمہ کو ایسے رجالِ کار کی ضرورت ہے جن کی جدید قانونی نظریات پر تنقیدی نظر ہو۔اور جو فقہ اسلامی کے اصل مآخذ سے استفادہ کرنے کی دسترس رکھتے ہوں۔اس کے ساتھ ساتھ ان کا احکامِ شریعت کی اکملیت ' حقانیت اور ان کے قابل عمل ہونے پر غیر متزلزل ایمان اور ان احکام کو روبہ عمل دیکھنے کی حقیقی تمنا اور لگن بھی ہو۔

ایسے رجالِ کار کی تیاری میں شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد بھی اپنے قیام کے روزِ اول سے مصروف عمل ہے۔اس سلسلے میں بیرون ملک کے ساتھ ساتھ پاکستان میں بھی قانون دان طبقوں کے تربیتی پروگراموں کا انعقاد مسلسل جاری ہے۔اس کے علاوہ تصنیف وتالیف کے شعبہ میں فقہ اسلامی کے مختلف موضوعات پر "سلسلہ مباحث فقہیہ" کی تیاری اور اردو اور انگریزی زبانوں میں تراجم کا کام بھی ہو رہا ہے۔ شریعہ اکیڈمی کے تحت "مطالعہ اسلامی قانون" پر ایک ابتدائی کورس کامیابی سے چل رہا ہے۔اس ایک سالہ فاصلاتی کورس کے ذریعے اندرون اور بیرون ملک ہزاروں افراد اسلامی قانون کے مختلف پہلوؤں سے آگاہی حاصل کر چکے اور کر رہے ہیں۔

ہم نے اس ابتدائی کورس کے آغاز پر اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ فقہ اسلامی کے مختلف موضوعات پر "ایڈوانس کورسز" تیار کیے جارہے ہیں اور جلد ہی ان کو شروع کر دیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے ہمارے عزم کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشا' ہماری راہیں آسان فرمائیں اور ہم اس قابل ہوئے کہ اصول فقہ (ISLAMIC JURISPRUDENCE) میں اختصاصی مطالعہ (ADVANCE COURSE) کا اجراء کر سکیں۔فاصلاتی نظام کے تحت یہ اختصاصی مطالعہ چوبیس درسی اکائیوں (UNITS) پر مشتمل اور ایک سالہ دورانیہ کا ہے۔

اسلامی قانون میں دیگر اختصاصی مطالعہ جات کی تیاری کا کام جاری ہے۔ہم بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ اس نے جس طرح ہمیں اصولِ فقہ میں اس اختصاصی مطالعہ کو شروع کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اسی طرح ہمارے دیگر منصوبوں کی تکمیل میں بھی فضلِ الٰہی شاملِ حال رہے گا۔إن شاء الله .

پاکستان بلکہ پوری ملت اسلامیہ پر قانونِ الٰہی کے غلبہ وقیادت کے لئے مطلوبہ رجالِ کار کی تیاری کسی ایک ادارے کا کام نہیں ہے بلکہ اس میں امتِ مسلمہ کے ہر فرد کو اپنی حیثیت کے مطابق کردار ادا کرنا ہے۔

ہم اہل علم سے ایسی تجاویز کا خیر مقدم کریں گے جو ہمارے منصوبوں کی بہتری میں ممد ومعاون ہوں۔

ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی
ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعارف

موجودہ اور اگلی دو درسی اکائیاں (Units) اصول فقہ میں تفسیر احکام کے بارے میں ہیں۔ ان تینوں میں وہ اصولی و لغوی (LINGUISTIC) قواعد بیان کیے گئے ہیں جو اسلامی قانون کے دو بنیادی مصادر قرآن و سنت کی احکام پر مشتمل نصوص (TEXTS) کی تعبیر و تفسیر (INTERPRETATION) میں استعمال ہوتے ہیں۔ قرآن اور سنت دونوں عربی زبان میں ہیں۔ ان کی تعبیر و تفسیر اور ان سے احکام اخذ کرنے کے لئے عربی زبان کے قواعد اور لغوی اسلوب کا علم ہونا ضروری ہے۔ ان قواعد کے بغیر قرآن و سنت کی نصوص کی تعبیر و تفسیر کرنا تو ناممکن ہے ہی، ان کو صحیح طور پر سمجھنا بھی دشوار ہے۔ ان درسی اکائیوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ کسی معنی کے لئے الفاظ وضع کرنے کی کون کون سی صورتیں ہیں۔ الفاظ کے کسی معنی میں استعمال ہونے کی کیا کیا شکلیں ہیں اور الفاظ کن کن طریقوں سے اپنے معانی پر دلالت کرتے ہیں۔

اس درسی اکائی میں کسی معنی کے لئے وضع کیے جانے کے اعتبار سے الفاظ کی ایک صورت "خاص" اور اس کی اقسام (مطلق، مقید، امر اور نہی) کا مفصل ذکر ہے۔ تعبیر و تفسیر کے اصولی و لغوی قواعد کی وضاحت میں قرآن و سنت سے مثالیں دی گئی ہیں۔

اس کے شروع میں فقہی اصول تعبیر و تفسیر بیان کئے گئے ہیں، اس کے علاوہ مغربی اصول تعبیر و تفسیر بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی اصولوں سے ان کا موازنہ کیا گیا ہے تاکہ اسلامی اصول ہائے تعبیر و تفسیر کی خصوصیات اور ممیزات نمایاں ہو کر سامنے آئیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی قانون میں اصولِ تعبیر و تفسیر

احکام شرعیہ سے متعلق قرآن و سنّت کی نصوص کی تعبیر و تفسیر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شارع (اللہ تعالیٰ اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مراد و منشا معلوم کی جائے۔ الفاظ کے معانی سمجھے جائیں تاکہ ان نصوص سے احکام کا استنباط صحیح طریقے سے ہو سکے۔ اسلامی قانون میں شرعی نصوص میں الفاظ کی تعبیر و تفسیر کے جو اصول و قواعد ہیں' ماہرین اصول فقہ نے انہیں عربی لغت کے الفاظ' عبارات اور اسالیب کی وسیع تحقیق و مطالعہ اور ان الفاظ' عبارات اور اسالیب کی اپنے معروف لغوی معانی پر دلالت کے وسیع مطالعہ سے مرتب کیا ہے۔

اسلامی اصولِ تعبیر و تفسیر کی تدوین

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فقہ یا اصول فقہ (قرآن و سنّت سے احکام اخذ کرنے کے اصول) کی تدوین کی ضرورت نہیں تھی۔ صاحب شریعت خود موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکام بذریعہ وحی نازل ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لوگوں تک پہنچا دیتے۔ اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی احکام دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قانون ساز ہونے کی حیثیت خود اللہ تعالیٰ نے دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد عہدِ صحابہ کرامؓ میں بھی تعبیر و تفسیر کے اصول و قواعد مرتب کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ صحابہ کرامؓ خود عرب تھے۔ احکام شریعت ان کی اپنی زبان میں نازل ہوئے۔ وہ قرآن و سنّت کی زندہ تعبیر و تفسیر یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے عینی شاہد تھے۔ انہوں نے احکام الٰہی کی تعبیر و تفسیر خود صاحب شریعت سے حاصل کی تھی۔ وہ شریعت اسلامی کے اسرار و مقاصد سے آگاہ تھے۔ صحابہ کرامؓ نے قرآن و سنّت کی نصوص کی تعبیرات کیں' ان سے احکام اخذ کیے اور مسائل کا حل دریافت کیا۔ اس کام میں انہوں نے اصول و قواعد کو ملحوظ خاطر رکھا۔ لیکن یہ اصول و قواعد باقاعدہ مرتب و مدوّن نہیں تھے۔ چند مشہور فقہاء صحابہ کرامؓ یہ ہیں: حضرت ابو بکر صدیقؓ' حضرت عمر بن خطابؓ' حضرت علی بن ابی طالبؓ' حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ۔

عہدِ صحابہؓ کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کا دور آیا۔ انہوں نے قرآن و سنّت کے احکام کو اپنے علاقوں میں ان صحابہ کرامؓ سے سیکھا جو وہاں موجود تھے یا جو سفر کر کے وہاں پہنچے تھے۔ عہد صحابہؓ میں فتوحات ہوئی تھیں۔ ایک فطری، عام فہم، قابل قبول اور قابل عمل دین ہونے کی وجہ سے اسلام کی دعوت دور دور تک پھیلی۔ کئی اقوام نے اسلام کے دامن کو اپنے لیے گوشہ عافیت پایا۔ اسلامی سلطنت کی حدود روم، فارس (ایران)، مصر اور شام تک پھیلیں۔ اہل مغرب کا غیر عربوں سے میل جول ہوا۔ غیر عرب مسلمانوں کو عربی زبان و ادب سے شناسائی ہوئی۔ ایسے مسائل نے جنم لیا جن کے حل کے لئے قرآن و سنّت سے احکام کا استنباط کیا گیا۔ جس کے لیے قواعد و اصول ناگزیر تھے۔

تابعین اور تبع تابعین کے زمانوں میں نصوص کی تعبیر اور اخذ احکام کے لئے اصول و قواعد پیش نظر رہے۔ فقہاء کی تعبیر اور مسائل کا استنباط قانون سازی کا ایک اہم ذریعہ تھا۔ امام ابراہیم نخعیؒ (م ۹۵ھ) کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فقہ کے ان اصولوں کو جوان کے زمانہ تک قائم ہو چکے تھے 'ایک مجموعہ کی شکل میں مرتب کیا تھا۔ اسی طرح امام حماد بن ابی سفیانؒ (م ۱۲۰ھ) کے پاس بھی اصول و قواعد کا ایک مجموعہ تھا(۱)۔ امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کی نگرانی میں چالیس فقہاء پر مشتمل ایک مجلس فقہی قائم تھی جو اجتہاد و استنباطِ احکام اور تدوین فقہ کا کام کرتی تھی۔ یہ کام اصول و قواعد کے تحت جاری تھا۔ امام ابو حنیفہؒ نے استحسان کا اصول وضع کیا۔ امام مالکؒ (متوفی ۱۷۹ھ) نے تعامل اہل مدینہ، مصلحت عامہ اور استدلال کے اصول دیئے۔ امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) قاضی القضاۃ (CHIEF JUSTICE) تھے۔ انہوں نے نصوص کی تعبیر میں بہت کام کیا۔ امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) نے فقہ کے اصول و قواعد کی تدوین کا کام بھی کیا لیکن ان کا یہ کام کتابی شکل میں بعد میں محفوظ نہ رہ سکا۔

اس لحاظ سے امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) پہلے شخص ہیں جن کے قرآن و سنّت کی نصوص کی تعبیر و تفسیر اور استنباطِ احکام کے بارے میں مرتب کردہ اصول و قواعد کتابی شکل میں ہم تک پہنچے۔ انہوں نے اصول فقہ پر ایک کتاب لکھی جس نے "الرسالہ" کے نام سے تمام عالم میں شہرت پائی۔ اس کتاب میں انہوں نے قرآن و سنّت کی نصوص، ناسخ و منسوخ، خبر واحد، اجماع، استحسان، قیاس اور اجتہاد وغیرہ پر بصیرت افروز بحث کی ہے۔

امام شافعیؒ کے بعد کئی علمائے اصول نے اس میدان میں کام کیا۔ جن میں سے چند مشہور علماء اور ان کی کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اصبغ بن الفرجؒ مالکی (م ۲۲۵ھ)۔ کتاب فی اصول الفقه

۲۔ داود بن علی بن داودؒ ظاہری (م ۲۷۰ھ)۔ کتاب الاصول

۳۔ ابو بکر احمد بن علی الجصاصؒ حنفی (م ۳۷۰ھ)۔ الفصول فی الاصول

۴۔ ابو الحسین البصری معتزلی (ج ۴۳۶ھ)۔ المعتمد فی اصول الفقه

۱۔ اصول فقہ اسلام ص ۷۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۵۔ علی بن محمد بزدویؒ حنفی (م ۴۸۲ھ)۔ کتاب الاصول

۶۔ ابو حامد محمد بن محمد غزالیؒ شافعی (م ۵۰۵ھ)۔ المستصفی فی علم الاصول

۷۔ ابو عبداللہ محمد بن عمر فخر الدین رازیؒ شافعی (م ۶۰۶ھ)۔ المحصول فی الاصول

۸۔ سیف الدین آمدیؒ شافعی (م ۶۳۱ھ)۔ الاحکام فی اصول الاحکام

۹۔ جمال الدین عثمان بن حاجبؒ مالکی (م ۶۴۶ھ)۔ منتهی السئول والامل

۱۰۔ قاضی عبداللہ عمر بیضاویؒ شافعی (م ۶۸۵ھ)۔ منهاج الوصول الی علم الاصول

۱۱۔ ابو اسحاق ابراہیمؒ شاطبی مالکی (م ۷۹۰ھ)۔ الموافقات فی اصول الشریعة

مفسر کے لیے ضروری علوم (۲)

شرعی نصوص کی تعبیر و تفسیر کرنے والے شخص کے لیے جن علوم کا جاننا ضروری ہے ان کا ذکر کرنے سے قبل ایک اہم بات یہ ہے کہ علماء نے مفسر کے لئے یہ لازمی قرار دیا ہے کہ دین اسلام پر اس کا اعتقاد و ایمان درست ہو اور واجبات دین کی ادائیگی میں اس میں کوئی کمزوری نہ پائی جاتی ہو۔ جو شخص اپنے دین کے بارے میں بے خبر، غلط عقیدہ کا حامل اور بے عمل ہو اس پر تو دنیا کے معاملات میں بھی اعتبار نہیں کرنا چاہیے، دینی امور میں اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے، شرعی نصوص کی تعبیر اور نصوص سے احکام اخذ کرنے میں اس کی بات صحیح نہیں مانی جاسکتی ہے۔ ایسے شخص سے اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ قرآن و سنت کی نصوص کی تعبیر میں ذاتی اغراض کو داخل کر دے جو مخلوق خدا کو گمراہی کی طرف لے جائے۔

مفسر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عربی زبان جانتا ہو۔ اسلامی قانون کے بنیادی مآخذ قرآن و سنت دونوں عربی زبان میں ہیں۔ ان کے الفاظ کی تعبیر و تفسیر کے لئے عربی لغت کے اصول و قواعد سے مکمل آگاہی ضروری ہے۔ امام مالکؒ کا قول ہے کہ "اگر میرے پاس کوئی ایسا شخص لایا جائے جو عربی لغت کو نہ جانتا ہو اس کے باوجود وہ قرآن مجید کی تفسیر کرتا ہو تو میں اس کو سزا دے کر دوسروں کے لیے نمونہ عبرت بنا دوں گا" (۳)۔

عربی زبان کا جاننا ہی کافی نہیں بلکہ ذوق عربیت بھی پختہ ہونا چاہیے۔ ذوق سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کو عربی کی عبارت پڑھتے ہوئے وہی لطف و سرور حاصل ہو جو اسے اپنی زبان میں تحریر پڑھتے وقت حاصل ہوتا ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جب تک مفسر میں کسی عربی عبارت کو عربی کے ہی انداز فہم و تعبیر کے مطابق سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوگی وہ قرآن مجید کے بلیغ اسلوب بیان اور اس کے مخصوص انداز تعبیر سے واقف نہیں ہو سکے گا اور اس بنا پر قرآنی مفہوم کے بہت سے گوشے اور پہلو ایسے ہوں گے جو اس کی عقل و فہم کی گرفت میں نہ آسکیں گے (۴)۔ امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ جو شخص صرف عربی سمجھنے پر اکتفا کر کے معانی کا استنباط

۲۔ الاتقان فی علوم القرآن ۲/ ۳۴۳۔ مقدمہ التفسیر ص ۸۹

۳۔ الاتقان فی علوم القرآن ۲/ ۳۴۰

۴۔ فہم القرآن ص ۷۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنے لگے وہ بے شک بہت غلطیاں کرے گا(۵)۔

کسی مفسر کے لئے ضروری علوم مندرجہ ذیل ہیں(ماخوذ: الاتقان از سیوطی اورمقدمۃ التفسیر از راغب اصفہانی)

۱۔ علمِ لغت : یہ الفاظ کے معانی اور وضع وترکیب کے لحاظ سے الفاظ کی دلالت کا علم ہے۔

۲۔ علمِ نحو : یہ الفاظ کے معانی میں تبدیلی واختلاف اوراعراب کی حالتوں کے بارے میں بتاتا ہے۔

۳۔ علمِ صرف :اس علم سے الفاظ کی بناوٹ اور صیغوں کا پتہ چلتا ہے۔

۴۔ علمِ اشتقاق: یہ علم بتاتا ہے کہ لفظ کن مادوں (Roots) سے نکلا ہے اورمادوں کے اختلاف سے معانی میں کیا فرق آتا ہے۔

۵۔ علمِ معانی : یہ علم ان اصول وقواعد کا نام ہے جس سے کلام کو حال کے تقاضوں کے مطابق بنایا جاتا ہے۔

۶۔ علمِ بیان : یہ وہ قواعد ہوتے ہیں جن سے کلام کو مختلف اسالیب میں ادا کرنے کا علم حاصل ہوتا ہے جس سے بعض کی دلالت بعض پر واضح تر ہوتی ہے۔

۷۔ علمِ بدیع :اس علم سے تحسین وتزئینِ کلام کے طریقے معلوم ہوتے ہیں۔

۸۔ علمِ حدیث : یہ علم قرآن وسنت کے الفاظ کی تعبیر و تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے مروی اقوال کا علم ہے۔

۹۔ علمِ قراءت :اس علم سے قرآنی الفاظ کے حسنِ ادا کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔

۱۰۔ علمِ اصول دین :بعض نصوص بظاہر ان معانی پر دلالت کرتی ہیں جن کی حیثیت متشابہات کی ہے۔ان پر ایمان کا تعلق علم اصول دین سے ہے

۱۱۔ علمِ اصولِ فقہ :اس علم سے احکام کا استنباط کرنے کے دلائل قائم کیے جاتے ہیں۔

۱۲۔ علمِ اسبابِ نزول :اس علم سے کسی آیت یاحدیث کا وہ معنی معلوم ہوتا ہے جس کے بارے میں وہ آیت یاحدیث وارد ہوئی۔

۱۳۔ علمِ ناسخ ومنسوخ :اس علم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کون سا حکم پہلے آیااور کون سا حکم بعد میں آیا ہے۔

۱۴۔ علمِ فقہ : یہ علم دین کے احکام،حقوق اللہ،حقوق العباد اوران میں توازن قائم کرنے کے طریقے بتاتا ہے۔

۱۵۔ وھبی علم :اللہ تعالیٰ یہ علم اپنے ان بندوں کو عطا کرتا ہے جو عالم باعمل ہوں۔مندرجہ ذیل حدیث میں اسی امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے :

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

من عمل بما علم ورثه الله علم مالم يعلم (۶)

۵۔ احیاء علوم الدین ۱/۳۶۰

۶۔ الاتقان فی علوم القرآن ۲/۳۴۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو شخص معلوم شدہ بات پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو غیر معلوم باتوں کے علم کا وارث بنادیتا ہے۔

یہ وہ ضروری علوم ہیں جن میں مہارت شرعی نصوص کی تعبیر و تفسیر کے لئے اہلیت اور جن میں عدم مہارت اس کام کے لیے عدم اہلیت تصور ہوگی۔ کسی بھی کام کے کرنے کے لئے کسی شخص میں مطلوبہ قابلیت واہلیت کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے۔

تعبیر بغیر علم کی ممانعت

قرآن وسنت کی نصوص کی تعبیر و تفسیر کرنا ایسی رائے سے جائز نہیں ہے جو بغیر علم اور بلا دلیل ہو یا جو ذاتی یا مخصوص طبقہ کی رائے کے مطابق ہو۔ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن و سنت میں سخت وعید (دھمکی) آئی ہے جو شرعی احکام کی تعبیر اپنی خواہشات کے تحت کرتے ہیں اور پھر اس تعبیر کو اللہ تعالیٰ سے منسوب کر کے عوام میں سند قبولیت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ [البقرۃ ۲:۷۹]

پس ہلاکت اور بربادی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قال في القرآن بغير علم فليتبوا مقعده من النار (۷)

جس نے قرآن کی تفسیر میں بغیر علم کے کچھ کہا تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

مندرجہ بالا نصوص میں جس رائے کی مذمت کی گئی ہے وہ ہے جو بغیر علم اور بلا دلیل ہو۔ علم اور دلیل کے بغیر تو عام گفتگو کرنا بھی مناسب نہیں ہے کجا یہ کہ قرآن وسنت کی عبارتوں کے معانی ان کی تعبیر اور ان سے احکام اخذ کرنے کے لیے بلا علم اور بلا دلیل لب کشائی کی جائے۔ حضرت جندب بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قال في القرآن برايه فاصاب فقد اخطاء (۸)

جس نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور درست کہا تب بھی اس نے غلطی کی۔

البتہ تعبیر نصوص میں ایسی رائے کے استعمال کی ممانعت نہیں ہے جس کی بنیاد علم اور دلیل ہو۔ ایسی ہی رائے سے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو نامور فقیہ تھے' کے لئے ان کے بچپن میں یہ دعا فرمائی تھی:

اللهم فقهه في الدين وعلمه التاويل (۹)

۷۔ جامع ترمذی ابواب تفسیر القرآن ۲/۳۱۵

۸۔ حوالہ بالا ۲/۳۴۰

۹۔ حوالہ بالا ۲/۳۴۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اے اللہ تو اس کو دین کی سمجھ اور تاویل (رائے) کا علم عطا فرما

ایسی ہی رائے کے پیش نظر امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ہر عالم کے لیے جائز ہے کہ وہ قرآن سے اپنے فہم اور عقل کے مطابق استنباط کرے (۱۰)۔

علامہ ابن قیم جوزیہؒ (م ۷۵۱ ھ) فرماتے ہیں کہ جب کسی سے کتاب اللہ کی کسی آیت یا سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے بارے میں پوچھا جائے تو اسے یہ حق نہیں کہ اپنی خواہش اور اپنے مخصوص نظریہ کے تحت فاسد تاویلات کر کے اس آیت یا سنت کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹا دے۔ جو شخص ایسا کرے اسے فتویٰ دینے سے روک دیا جائے اور اس پر آئندہ فتویٰ دینے کی پابندی عائد کر دی جائے۔ یہ رائے جو ہم نے بیان کی ہے قدیم و جدید ائمہ اسلام نے اس کی تصریح کی ہے (۱۱)۔

رائے کے استعمال میں احتیاط

نصوص شرعیہ کی تعبیر میں علم و دلیل کی اساس پر رائے کا استعمال جائز ہے لیکن کام کی اہمیت کے پیش نظر رائے کے استعمال میں انتہائی احتیاط چاہیے۔ کلام الٰہی اور سنّتِ نبوی کے الفاظ کی تعبیر اور انہیں معنی و مفہوم دینا بہت ذمہ داری کا کام ہے جس میں صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین نے بہت احتیاط برتی ہے۔ اس کام کی اہمیت اور ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے وہ حتی الامکان یہ کوشش کرتے تھے کہ قرآن و سنت کے الفاظ کی تعبیر میں رائے سے اجتناب کریں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ فرمایا کرتے تھے "جب میں مراد الٰہی کے خلاف قرآن کے کسی حرف کی تفسیر کروں تو کون سا آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوگا اور کون سی زمین مجھے اٹھائے گی' میں کہاں جاؤں گا اور کیا کروں گا" (۱۲)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا "میں نے مدینہ کے فقہاء کو دیکھا ہے یہ حضرات تفسیر قرآن کے سلسلے میں گفتگو کو بڑا بھاری اور ذمہ داری کا کام سمجھتے تھے" (۱۳)۔

ابو سعید عبدالملک بن قریب اصمعیؒ (م ۲۱۳ھ) عربی لغت و ادب کے امام تھے لیکن جب کبھی ان سے قرآن و سنّت کے کسی لفظ کی تفسیر کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ فرماتے "عرب کہتے ہیں کہ اس کے معنی فلاں فلاں ہیں' مجھے نہیں معلوم کہ قرآن و سنّت میں اس سے کون سا معنی مراد ہے" (۱۴)۔

امام راغب اصفہانیؒ نے لکھا ہے "حق بات یہ ہے کہ جو شخص تفسیر کا ارادہ کرے تو وہ تقویٰ کو شعار بنائے اور اپنے نفس کی برائیوں اور خود پسندی سے اللہ کی پناہ مانگے کیونکہ خود پسندی ہر برائی کی جڑ ہے" (۱۵)۔

۱۰۔ احیاء العلوم الدین ۱/ ۳۵۹
۱۱۔ اعلام الموقعین 'فوائد تعلق بالفتویٰ' فائدہ ۵۵' ۴/ ۲۲۵
۱۲۔ التفسیر والمفسرون ۱/ ۲۶۰
۱۳۔ فہم القرآن ص ۲۳
۱۴۔ التفسیر والمفسرون ۱/ ۲۶۰
۱۵۔ مقدمۃ التفسیر ص ۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرامؓ کی تعبیرات کی پابندی

شرعی نصوص کی تعبیر میں صحابہ کرامؓ کی تعبیرات کی پابندی کی جائے گی۔ کسی نص کی کوئی تعبیر ان کی تعبیرات کے خلاف نہیں ہونی چاہیے۔ صحابہ کرامؓ اس سلسلے کی پہلی کڑی ہیں جن کی وساطت سے قرآن وسنت کے احکام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچے ہیں۔ اس کڑی کو نظر انداز کرنا ایک گمراہ انداز فکر ہے۔ صحابہ کرامؓ نے احکام نازل ہوتے دیکھے 'وحی الٰہی کے معانی و مطالب اور تعبیر و تشریح صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے براہ راست سنی اور سنت کا خود مشاہدہ کیا۔ قرآن و سنت کی زبان عربی ان کی اپنی زبان تھی۔ انہوں نے اس زبان کے اصول و قواعد دوسروں سے نہیں سیکھے تھے بلکہ وہ فطری اور طبعی طور پر عربی لغت کے خود عالم تھے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کیا تھا جن کا استاد کوئی انسان نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ کی ذات تھی۔ خوف خدا اور مقاصد شریعت سے آگاہی میں صحابہؓ بلند مقام پر فائز تھے۔ نصوص شرعیہ کی تعبیر و تفسیر کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ اس کا آغاز صحابہ کرامؓ سے کیا جائے۔ وہ ہم سے زیادہ قرآن وسنت کے معانی و مفاہیم کو جانتے تھے۔

علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے لکھا ہے کہ جس شخص نے بھی صحابہؓ اور تابعین کے مذاہب (فکر) اور تفسیر سے عدول (گریز) کر کے ان کے خلاف راستہ پر قدم رکھا وہ اس فعل میں غلطی پر ہے بلکہ بدعتی ہے کیونکہ صحابہؓ اور تابعین قرآن شریف کی تفسیر اور اس کے معنی کے ویسے ہی اعلیٰ درجہ کو جاننے والے تھے جیسے کہ وہ اس حق کو بخوبی جانتے تھے جس کے ساتھ خدائے پاک نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا (۱۶)۔

مغربی اصولِ تعبیر و تفسیر (۱۷)

مغرب میں مسیحیت کے پیروکاروں کی اکثریت ہے۔ اس کے دو بڑے فرقوں کیتھولک (CATHOLIC) اور پروٹسٹنٹ (PROTESTANT) کے درمیان شدید اعتقادی و عملی اختلافات اور بالآخر دینوی معاملات میں پروٹسٹنٹ تحریک کی کامیابی نے مغرب کے دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح شعبہ قانون میں عبارتوں کی تعبیر و تفسیر کے نظریہ میں بھی بہت تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔

کیتھولک عقیدے کے مطابق بائبل کی عبارتوں اور الفاظ کی تعبیر کا حق و اختیار صرف اور صرف پوپ اور اسقف کو حاصل ہے۔ جو زمین میں مسیح کے نائب اور خلیفہ ہیں۔ دیگر تمام مسیحیوں کا فرض ہے کہ وہ کلیسا کے فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم کر دیں اور پوپ اور اسقف کی طرف سے کی گئی بائبل کی تعبیرات کو من و عن مان لیں۔

پروٹسٹنٹ فرقے نے کیتھولک نظریات 'اس کے کلی اختیارات اور اس کے جبر و مطلق العنانیت کے خلاف بغاوت کر دی۔ پروٹسٹنٹ مفکرین کا خیال تھا کہ اگر پاپائے روم اور اسقفوں کو بائبل کی تعبیر کا حق دے دیا جائے تاکہ وہ مسیحیوں کے لئے قوانین مرتب کریں اور ان کے گناہوں کے کفارے کے لئے طریق کار تجویز کریں تو یہ غلامی کی زنجیریں مضبوط کرنے کے مترادف ہو گا۔

۱۶۔ الاتقان فی علوم القرآن ۲/ ۲۲۸

۱۷۔ فلسفہ مذہب ص ۱۴۷، ۱۶۷، ۱۸۰، ۳۵۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے پاپائے روم کی اجارہ داری کو مکمل طور پر رد کر دیا۔ پروٹسٹنٹ تحریک کیتھولک نظریات اور صدیوں قدیم روایات کے خلاف آزادی کی تحریک تھی جو بڑی تیزی سے مقبول ہوئی۔

مارٹن لوتھر (م ۱۵۴۶ء) نے یہ نعرہ بلند کیا کہ تمام مسیحی اپنے مذہبی رہنما خود ہیں۔ فکری آزادی کی اس تحریک کے نتیجے میں اور بعض دوسرے عوامل کے باعث مسیحیت کلیسا تک محدود ہو کر رہ گئی۔ پروٹسٹنٹ تحریک نے ہر مسیحی کو یہ حق دے دیا کہ وہ اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق بائبل کی تعبیر کرنے اور اسے سمجھنے میں آزاد ہے۔ اس تعبیر کی بنیاد صرف عقلی استدلال اور تجربہ کو قرار دیا گیا۔ یہ کلیسا کی مطلق العنانیت کے خلاف شدید ردعمل کا نتیجہ تھا۔ چرچ کو ریاستی امور سے بے دخل کر دیا گیا۔ دین اور دنیا میں دوری ہو گئی۔ مسیحیت کے احکام اور ریاستی قوانین دونوں الگ الگ راستوں پر چل پڑے۔

یہ ہے وہ مختصر تاریخی پس منظر جس کے آگے آج کا مغربی معاشرہ کھڑا ہے۔

چند اہم مغربی اصولِ تعبیر و تفسیر

مغربی قانون میں چند اہم اصولِ تعبیر و تفسیر مندرجہ ذیل ہیں (۱۸):

۱۔ لغوی اصول (LITERAL RULE): الفاظ میں کمی بیشی کیے بغیر انہیں سمجھا جائے گا۔ پارلیمنٹ (مقننہ) کے ارادہ و نیت کا تعین استعمال کیے گئے الفاظ سے کیا جائے گا۔ ان الفاظ کے لغوی معانی پر زور دیا جائے گا۔ جو الفاظ ایک ہی معنی رکھتے ہوں ان سے وہی ایک معنی مراد لیا جائے گا۔

۲۔ اصول سیاق (CONTEXT RULE): قانون کی عبارت کے اندرونی تضاد کو دور کرنے کے لیے اس کے مفہوم کو مجموعی طور پر سمجھا جائے گا۔ الفاظ کو ان کے سیاق میں لیا جائے گا۔

۳۔ سنہری اصول (GOLDEN RULE): جب تک کوئی غیر معقول نتیجہ سامنے نہ آئے عام الفاظ سے ان کے اصطلاحی معانی مراد لیے جائیں گے۔ اگر کسی لفظ کا لغوی طور پر کوئی معنی غیر معقول ہو تو پھر عدالت اس غیر معقول معنی کے مقابلے میں کسی معقول معنی کو ترجیح دے گی تاکہ الفاظ کے مفہوم میں پائی جانے والی غیر معقولیت (ABSURDITY) دور ہو۔ یہ جج کی صوابدید پر ہے کہ وہ اگر یہ سمجھے کہ الفاظ کے عام معانی مراد لینے سے ایسا غیر معقول معنی سامنے آئے گا جسے مقننہ (مجلس قانون ساز) کا ارادہ و مقصد نہیں کہا جاسکتا تو اس صورت میں جج الفاظ کو وہ معانی دے جو ان سے مراد لیے جا سکتے ہوں۔ اس اصول کے دائرہ کار کا اندازہ جی بی شا (G.B.Shaw) کے مندرجہ ذیل مقولے سے لگایا جاسکتا ہے۔

The golden rule is that there is no golden rule.

سنہری اصول یہ ہے کہ کوئی سنہری اصول نہیں ہے۔

۱۸: Introduction to Jurisprudace , P 863

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۴۔"ضرر" کا اصول(MISCHIEF RULE): جب کوئی ایکٹ(ACT) قانون کے کسی ضرر کو دور کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو پھر اس ایکٹ کا مفہوم اس طریقے سے سمجھا جائے جس سے ایکٹ کا مقصود و مراد حاصل ہو اور ضرر دور ہو سکے۔ یہ اصول جج کو ایکٹ کی تشریح میں ذاتی رائے کے اظہار کا موقع دیتا ہے' خواہ وہ رائے عالی حمایت نہ رکھتی ہو۔ جج اپنے علم کی بنیاد پر ایکٹ کی عبارت کی زبان سے اس ضرر کو معلوم کرتا ہے جس کو دور کرنے کا ایکٹ ارادہ رکھتا ہے۔

مغربی اصولِ تعبیر و تفسیر کے چند اہم مفروضات

۱۔ بادشاہ یا کسی دوسرے مقتدر کو پابند نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ کسی تعبیر کو ماضی سے مؤثر(Retrospective) نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ مروج حقوق(Rights) میں مداخلت نہیں ہو گی۔

۴۔ عدالتی اختیارات ختم نہیں کیے جائیں گے۔

۵۔ دستوری حقوق یا بین الاقوامی قانون سے انحراف نہیں ہو گا۔

لیکن صریح اور واضح الفاظ اور ضروری معانی مندرجہ بالا مفروضات کو ختم کر سکتے ہیں۔

اسلامی و مغربی اصولِ تعبیر و تفسیر کا موازنہ

اسلامی اور مغربی اصول تعبیر و تفسیر کے موازنہ سے جو اہم باتیں سامنے آتی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اسلام کے بعض اصول تعبیر و تفسیر اس طور سے قطعی ہیں کہ انہیں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے قرآنی نص کی نبوی تعبیر یا اجماع صحابہؓ سے تعبیر قطعی ہے' جبکہ مغربی اصول تعبیر میں تبدیلی تو کجا اس کی بقاء کا انحصار بھی محض پارلیمنٹ پر ہے جو چاہے تو انہیں یک لخت ختم کر دے۔

۲۔ اسلامی قانون قرآن و سنت کی نصوص کی تعبیر و تفسیر کا حق نہ تو کسی خاص مذہبی رہنما کو سونپتا ہے اور نہ اس حق کو عام کرتا ہے کہ ہر مسلمان نصوص شرعیہ کی تعبیر اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق کرے، بلکہ وہ اس کام کے لئے متعلقہ شخص میں مطلوبہ قابلیت کا تقاضا کرتا ہے۔ مغربی قانون جج کو قانون کے الفاظ کی تعبیر کا حق دیتا ہے۔ کیتھولک عقیدے میں صرف پوپ اور اسقف کو بائبل کی تعبیر کا حق ہے۔ پروٹسٹنٹ فرقے میں ہر مسیحی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق بائبل کے الفاظ کی تعبیر کرے۔

۳۔ اسلامی قانون میں مفسر کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ اس کا دینِ اسلام پر عقیدہ پختہ اور درست ہو اور وہ واجباتِ دین پر عمل کرنے والا ہو۔ مغربی قانون میں تعبیر و تفسیر پر مامور شخص کے لیے ایسی کوئی مذہبی یا اخلاقی شرط عائد نہیں کی گئی۔

۴۔ اسلامی قانون میں کوئی تعبیر و تفسیر قرآن و سنت کے قطعی احکام اور دین کے بنیادی عقائد و ایمانیات کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ مغربی قانون میں بائبل کی تعلیمات اور مسیحی عقائد کو ایسا کوئی تحفظ حاصل نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۔ اسلامی اصول تعبیر و تفسیر کا مقصد قرآن و سنّت کی نصوص کی تعبیر کرنا ہے۔ جبکہ مغربی اصول تعبیر پارلیمنٹ کے قانون کی تعبیر کے لئے ہیں۔ وحی کی تعبیر سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہے۔

۶۔ اسلامی قانون میں تعبیر و تفسیر کا معیار اور کسوٹی قرآن و سنّت ہے جس کا منبع وحی الٰہی ہے۔ مغربی قانون میں تعبیر و تفسیر کا معیار ملکی دستور ہے جو انسانی کوشش کا نتیجہ ہے۔

۷۔ اسلامی قانون میں نصوص کی تعبیر کرتے وقت ذاتی رائے کے استعمال میں حد درجہ احتیاط کا تصور پایا جاتا ہے۔ شرعی نصوص کی تعبیر و تفسیر دینی اعتبار سے نہایت اہم اور نازک کام ہے۔ مغربی قانون میں عبارتوں کی تعبیر و تفسیر کو مذہبی تقدیس و اہمیت حاصل نہیں ہے۔

۸۔ اسلامی قانون میں شارع کا مقصد قانون سازی بالکل واضح ہے۔ مغربی قانون میں پارلیمنٹ کے قانون سازی کے ارادہ کو ایک مفروضہ اور افسانہ قرار دیا گیا ہے۔ قانون کی عبارتوں کے معانی تو دریافت کیے جاسکتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کیا جاسکتا کہ کسی قانون کو بناتے وقت پارلیمنٹ کا کیا ارادہ تھا اور عبارت کے الفاظ سے انہوں نے کون سا معنی مراد لیا تھا۔

۹۔ اسلامی قانون میں ریاست کا کوئی سیاسی مقتدر اعلیٰ مثلاً بادشاہ، پارلیمنٹ صدر یا وزیر اعظم یا جو کوئی بھی ہو، کسی قانون اور اس کی تعبیر سے ماوراء نہیں ہے۔ مغربی قانون میں بادشاہ اور دوسرے سیاسی مقتدر اعلیٰ کو قانون کی کوئی تعبیر پابند نہیں بنا سکتی۔

۱۰۔ اسلامی قانون میں شرعی نصوص کی تعبیر کا حق صرف مسلمان کو ہے۔ اس میں یہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ جو شخص مسلمان نہیں ہے وہ قرآن و سنّت کی نصوص کی تعبیر و تفسیر میں اس کے اصول و مقاصد کو برقرار رکھے گا۔ مغربی قانون میں اس اساسی شرط کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔

دہ فقہی اصول جو تعبیر و تفسیر میں ملحوظ رہنے چاہئیں

۱۔ شریعت کے عمومی مقاصد: مشہور مصری جج عبدالقادر عودہ (شہید ۱۹۵۴ء) نے اپنی کتاب "التشریع الجنائی الاسلامی" (اسلام کا فوجداری قانون) میں لکھا ہے کہ قرآن و سنت کی نصوص کی صحیح تعبیر اور انہیں صحیح معنی میں سمجھنا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ قرآن و سنت کی فلاں فلاں نص کو جاری کرنے میں شارع (اللہ تعالیٰ اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقصد اصلی کیا ہے کیونکہ ایک نص کے الفاظ متعدد وجوہ کی بناپر متعدد معانی پر دلالت کر سکتے ہیں اور ان متعدد معانی میں سے کسی ایک معنی کو اس وقت تک ترجیح نہیں دی جاسکتی جب تک شارع کا مقصد معلوم نہ ہو۔ دو یا دو سے زیادہ نصوص کے حکموں میں ظاہری تعارض دور کرنے کے لیے بھی شارع کے مقصد کا پتہ ہونا چاہیے (۱۹)۔ نصوص کی تعبیر کے کام میں اس امر سے آگاہ ہونا ضروری ہے کہ قانون سازی اور شرعی احکام دینے سے شارع کے مقاصد کیا ہیں۔

۱۹۔ التشریع الجنائی الاسلامی ۱/ ۲۰۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علامہ شاطبیؒ (م ۷۹۰ھ) نے شریعت کے مندرجہ ذیل تین عمومی مقاصد بیان کیے ہیں (۲۰) :

۱۔ ضروریات کا تحفظ

ضروریات سے مراد وہ امور ہیں جن پر حیاتِ انسانی کا دار و مدار ہو، جن کے بغیر انسانی زندگی کا قیام ممکن نہ ہو اور زندگی بد نظمی اور فساد کا شکار ہو جائے۔ یہ ضروریات پانچ ہیں : دین' جان' عقل' نسل اور مال ۔ شریعت نے ان پانچ ضروریات کے قیام اور تحفظ کے لئے قانون سازی کی ہے اور ان سے متعلق احکام کو لازمی قرار دیا ہے۔ ان پانچ امور کا ہر صورت میں تحفظ کیا جائے گا۔

انسان کے دین کے تحفظ کے لیے عبادات فرض کی گئیں۔ ارتداد کی سزا موت مقرر کی گئی' کیوں کہ انسان کی دینوی فلاح اور اخروی نجات کے لیے اسلام کے سوا کوئی اور دین اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں کیا جائے گا، مزید یہ کہ ارتداد سے معاشرہ کی اجتماعیت کو نقصان پہنچتا ہے۔ جان کے تحفظ کے لیے ناحق قتل کرنے کی ممانعت اور قتل کا بدلہ قتل ہے۔ عقل کے تحفظ کے لئے نشہ حرام اور شراب نوشی پر اسی کوڑے کی سزا مقرر کی گئی۔ نسل کے تحفظ کے لئے زنا کو حرام قرار دیا گیا۔ شادی شدہ زانیہ اور زانی کو رجم (سنگ ساری) اور غیر شادی شدہ زانیہ اور زانی کو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا۔ مال کے تحفظ کے لئے چوری کی ممانعت اور چور کے لئے قطع ید (ہاتھ کاٹنے) کی سزا مقرر کی گئی۔

شرعی نصوص کی ایسی تعبیر کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی جس سے مندرجہ بالا پانچ ضروریات کے قیام و تحفظ پر زد پڑے۔

۲۔ حاجیات کی فراہمی

حاجیات سے مراد وہ امور ہیں جو لوگوں کو ان کی زندگیوں میں سہولت فراہم کریں۔ ان کی مشقتوں اور تکلیفوں کو کم کریں۔ حاجیات کے بغیر انسانی زندگی بد نظمی و فساد کا شکار تو نہیں ہوتی لیکن دشوار ضرور ہو جاتی ہے۔ حاجیات کی تکمیل سے انسان کی زندگی بہتر ہوتی ہے' منفعتیں حاصل اور نقصان زائل ہوتے ہیں۔ مثلاً مریض اور مسافر کو روزہ مؤخر کرنے کی سہولت' دوران سفر نماز قصر (چار رکعت فرض کی جائے دو رکعت پڑھنا) کرنے کی اجازت وغیرہ۔

۳۔ تحسینیات کی فراہمی

تحسینیات سے مراد وہ آسائشیں ہیں جن سے حیاتِ انسانی میں عمدہ اخلاق اور اچھی عادات پیدا ہوں۔ تحسینیات زندگی کے لئے ضروری تو نہیں ہوتیں البتہ ان کے نہ ہونے سے سلیم الفطرت لوگوں کی نظر میں عبادات اور زندگی کے معاملات عمدہ اسلوب پر قائم نہیں رہتے۔ مثلاً صدقہ و خیرات سے رضائے الٰہی کا حصول' جسم و لباس سے نجاست دور کرنا۔ کھانے پینے میں اس کے آداب کا لحاظ رکھنا اور اسراف نہ کرنا اور مال خرچ کرنے میں اسراف اور بخل سے کام نہ لینا وغیرہ۔

شریعت کے مندرجہ بالا عمومی مقاصد کی اہمیت کے اعتبار سے ترتیب یوں ہے کہ پہلا درجہ ضروریات کا ہے۔ ان کے بعد حاجیات اور آخر میں تحسینیات کا درجہ ہے۔ اسی ترتیب سے ان کے حکموں کے درجے ہیں۔ یعنی اگر تحسینی حکم پر عمل کرنے سے

۲۰۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ ۲/ ۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاجت والے حکم پر زد پڑتی ہو تو تحسینی حکم کو ترک کر دیا جائے گا۔ اگر حاجیات میں سے کسی پر عمل کرنے کے باعث ضروریات میں سے کسی امر میں خلل واقع ہوتا ہو تو اس حاجت والے حکم کو چھوڑ دیا جائے گا۔ ضروریاتِ خمسہ (دین، جان، عقل، نسل، مال) میں سے کسی ضروری امر کو اس وقت ترک کر دیا جائے گا جب اس کی نسبت زیادہ ضروری احکام موجود ہوں اور اس پر عمل کرنے کی وجہ سے ان زیادہ ضروری احکام میں خلل پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔

۲۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد

احکام شریعت میں سے بعض کا تعلق خالصتاً اللہ تعالیٰ سے ہے جو حقوق اللہ کہلاتے ہیں۔ انہیں کوئی فرد یا ادارہ ساقط کالعدم، کم، زیادہ یا معاف نہیں کر سکتا۔ مثلاً عبادات اور ان جرائم پر دی جانے والی سزائیں جن جرائم سے معاشرے کو نقصان پہنچتا ہے جیسے زنا، قتل اور چوری وغیرہ۔ حقوق اللہ کو اجتماعی حقوق بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان سے کسی فرد کی بجائے اجتماع اور معاشرے کے حقوق کی حفاظت مقصود ہوتی ہے۔

شریعت اسلامی کے بعض احکام کا تعلق ان افعال سے ہے جو خالصتاً فرد کے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں، یہ حقوق العباد کہلاتے ہیں۔ ان حقوق کے بارے میں متعلقہ فرد کو اختیار ہے کہ وہ انہیں وصول کرے یا چھوڑ دے، جیسے قرض وصول کرنا اور مجرم سے تاوان وصول کرنا وغیرہ۔

کچھ احکام ان افعال سے متعلق ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کے بارے میں ہیں لیکن ان میں فرد کا حق غالب ہوتا ہے مثلاً قتل کی سزا قصاص یا دیت (خون بہا)۔ اس میں فرد کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے حق کو استعمال کرے یا نہ کرے حالانکہ قتل کے جرم میں معاشرہ بھی متاثر ہوتا ہے لیکن اس میں فرد کا حق غالب ہے۔

بعض احکام ایسے ہیں جن سے معاشرہ اور فرد دونوں کا مفاد ہوتا ہے لیکن فرد کے مقابلے میں معاشرے کا حق غالب ہوتا ہے مثلاً تہمت کی سزا۔ جرم تہمت میں عزتوں پر حرف آتا ہے اور خاندانی نظام تباہ ہوتا ہے اس لیے قاذف (تہمت لگانے والے) کو سزا دینا مقذوف (جس پر تہمت لگائی جائے) کے اپنے مفاد میں ہے۔ جرم ثابت ہونے سے قبل مقذوف اسے معاف کر سکتا ہے لیکن اگر جرم ثابت ہو جائے تو پھر مقذوف قاذف کو معاف نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور معاشرے کا حق ہے۔

۳۔ تعبیر و تفسیر کی حدود

www.KitaboSunnat.com

اسلامی قانون میں تعبیر و تفسیر کا دائرہ قرآن و سنت کی صرف انہی نصوص تک محدود ہے جو ظنی الثبوت ہوں یعنی جن کے الفاظ کی اپنے معانی پر دلالت ظنی ہو۔ لیکن جو نصوص قطعی الثبوت ہوں، جن کے الفاظ صریح اور واضح ہوں اور جن الفاظ کی اپنے معانی پر دلالت قطعی ہو ان کی تعبیر و تفسیر اور ان میں اجتہاد کی گنجائش اور اجازت نہیں ہے۔ مثلاً قرآن کا ایک حکم ہے:

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ [النور ۲۴:۲]

زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس قرآنی نص میں لفظ'' مائة ''(سو) صریح ہے اور اس کی اپنے معنی پر دلالت قطعی ہے۔اس آیت میں حکم ہے کہ زانیہ و زانی (غیر شادی شدہ) کو سو کوڑے مارے جائیں۔ کوڑوں کی یہ تعداد کم ہو سکتی ہے اور نہ زیادہ۔اس میں اجتہاد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس میں اجتہاد صریح حکم کی خلاف ورزی ہو گا۔ایسے اجتہاد کی کوئی شرعی و قانونی حیثیت نہیں ہو گی خواہ وہ اجتہاد ایک فرد کا ہو یا کسی قوم کی پارلیمنٹ کا ہو۔

دیگر چند اہم اصولِ تعبیر

۴۔ قرآن و سنت کی نصوص کی تعبیر و تفسیر سب سے پہلے خود قرآن و سنّت سے کی جاتی ہے'اس کے بعد صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کی تعبیرات کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

۵۔ کوئی تعبیر قرآن و سنّت اور صحابہ کرامؓ کی تعبیرات کے مخالف نہیں کی جاتی۔

۶۔ نصوص کی تعبیر مقاصدِ شریعت اور ان اصول و قواعد کے مطابق ہو جو دین اسلام میں ثابت شدہ ہیں اور جن پر ایمان واعتقاد لازمی ہے۔

۷۔ تعبیر الفاظ کے سیاق وسباق کے تحت ہوتی ہے۔

۸۔ جن الفاظ کو شارع نے قرآن و سنت کی نصوص میں شرعی معانی میں استعمال کیا ہے ان کے لغوی معانی مراد نہیں لیے جاتے۔

۹۔ اگر کسی لفظ کا ظاہری مفہوم اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہ ہو تو اس کی تاویل کی جاتی ہے۔

۱۰۔ نصوص کی تعبیر 'اہل لغت کے قواعد اور ان کے ذوق کے مطابق کی جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاص (۲۱)

لفظ کا کسی معنی کے لئے وضع کیا جانا

ہر لفظ کسی معنی کے لیے وضع کیا جاتا ہے اور اس اعتبار سے لفظ کی تین اقسام ہیں :

۱۔ خاص ۲۔ عام ۳۔ مشترک

موجودہ بحث "خاص" پر مشتمل ہے۔ "عام" اور "مشترک" کے بارے میں آپ آئندہ پڑھیں گے۔

تعریف : عربی زبان میں خاص اکیلے اور تنہا کو کہتے ہیں۔ علم اصول فقہ میں خاص ایسا لفظ ہے جو تنہا ایک معنی کے لئے بنایا گیا ہو اور بلا شرکتِ غیرے اس ایک معنی پر دلالت کرے۔ خاص جس معنی کے لئے وضع کیا جاتا ہے اس کی مراد و مفہوم معلوم ہوتی ہے۔ جس لفظ کی مراد و مفہوم معلوم نہ ہو اور جو لفظ بے معنی ہو وہ خاص کی تعریف سے خارج ہے۔

خاص کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

۱۔ خاص شخصی : مثلاً ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ وغیرہ۔ خاص شخصی میں شخص معین ہوتا ہے، مثلاً ابوبکرؓ ایک معین شخص ہے جو لفظ کی وضع اور محاورت کے اعتبار سے کسی کی شرکت کا احتمال نہیں رکھتا۔

۲۔ خاص نوعی : ایسا لفظ جو کسی خاص نوع پر دلالت کرے مثلاً مرد، عورت، گھوڑا۔

۳۔ خاص جنسی : جس کی جنس معنی کے اعتبار سے خاص ہو، جیسے انسان۔

۴۔ خاص عددی : وہ لفظ جس کو کسی متعین عدد و گنتی کے لیے وضع کیا گیا ہو، جیسے چار، دس اور بیس۔

۵۔ خاص وصفی : وہ لفظ جس کو کسی ایک وصف کے لئے وضع کیا گیا ہو، جیسے علم اور جہل۔

خاص کا حکم : خاص کے معنی پر عمل کرنا واجب ہے۔ خاص اپنے مخصوص معانی پر قطعی طور پر اس طرح حاوی ہوتا ہے کہ اس میں غیر کا احتمال نہیں ہوتا۔ مثلاً "طلحہ عالم ہے" اس کلام میں "طلحہ" اور "عالم" خاص ہیں، یہ دونوں الفاظ غیر کا احتمال نہیں رکھتے۔ لہذا طلحہ

۲۱۔ اصول السرخسی ۱/ ۱۲۴۔ اصول الشاشی ص ۷۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۲ / ۲۸۸۔ المستصفی فی علم الاصول ص ۲۲۴۔ ارشاد الفحول ص ۲۱۲، ۱۔ العملی، کشف الاسرار ۱/ ۲۶۔ البخاری، کشف الاسرار ۱/ ۳۱، ۷۹۔ قوت الاخیار ۱/ ۸۰۔ ۸۹، تفسیر النصوص فی الفقہ الاسلامی ص ۷۰۲۔ اصول فقہ اسلام ص ۱۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر عالم ہونے کا حکم قطعی طور پر ثابت ہو جائے گا۔

خاص بذات خود اپنے اس معنی کو قطعی طور پر بتاتا ہے جس کے لئے وہ وضع کیا گیا ہو۔ خاص میں اجمال یا اشکال نہیں پایا جاتا۔

خاص کسی وضاحت اور تفسیر کا احتمال نہیں رکھتا۔ البتہ امام شافعی کے نزدیک خاص تفسیر اور وضاحت کا احتمال رکھتا ہے۔

خاص کی مثالیں

مثال : قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا [الحج ۲۲ : ۷۷]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو رکوع کرو اور سجدہ کرو۔

یہاں "ارکعوا" اور "اسجدوا" خاص ہیں اور معنی معلوم کے لئے بنائے گئے ہیں۔ خاص بذات خود واضح ہوتا ہے لہٰذا رکوع اور سجدہ کرنا فرض ہے۔

مثال : قرآن مجید کی آیت ہے :

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ [البقرۃ ۲ : ۲۲۸]

اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو وہ تین مرتبہ ایام ماہواری آنے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔

اس آیت میں لفظ "ثلاثة" خاص ہے لہٰذا مطلقہ عورت کی عدت (عدت سے مراد مقررہ مدت تک اگلے نکاح سے رکے رہنا ہے) تین حیض ہے۔ عدت کی اس مدت میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی، اس پر عمل ضروری ہے کیونکہ لفظ "ثلاثة" خاص ہے اور اپنا معنی قطعی طور پر بتاتا ہے۔

مثال : قرآن مجید کا حکم ہے :

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ [النور ۲۴ : ۲]

زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

یہ سزا غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لئے ہے۔ زانی اور زانیہ کو سو کوڑوں کے ساتھ جلاوطنی کی سزا کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ حاکم ضروری سمجھے تو زانی اور زانیہ کو بطور تادیب جلاوطن کر دے۔ امام مالکؒ کے نزدیک جلاوطنی صرف مرد کی ہوگی، عورت کی نہیں ہوگی۔ امام شافعی کے نزدیک دونوں مجرموں کو سو کوڑوں کے ساتھ ایک سال کی جلاوطنی کی سزا بھی دی جائے گی۔ امام احمد بن حنبل نے امام شافعیؒ کی رائے اختیار کی ہے۔ وہ لفظ "مائة" کے ساتھ جلاوطنی کا اضافہ کرتے ہیں۔ اس کی وضاحت و تفسیر احادیث سے ہوتی ہے۔ شوافع کے ہاں خاص وضاحت و تفسیر کا احتمال رکھتا ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک جلاوطنی کی سزا بطور تادیب نہیں بلکہ یہ زنا کی سزا (کوڑوں) کا حصہ ہے اور اس میں اضافہ ہے۔

شادی شدہ زانی اور زانیہ کی سزا رجم (پتھر مار کر قتل کر دینا یا جو اس کے قائم مقام ہو) ہے۔ رجم کی سزا صحیح احادیث، عمل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلفائے راشدینؓ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے(۲۲)۔

مثال: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا [المائدۃ۵: ۳۸]

چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

اس آیت میں لفظ" فاقطعوا" (پس کاٹ دو) خاص ہے۔ چوری کی سزا کے طور پر جس قطع ید (ہاتھ کاٹنے) کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد دائیں ہاتھ کی کلائی سے کاٹنا ہے۔ اس پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہے(۲۳)۔

خاص کی اقسام(۲۴):

خاص کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

۱۔ مطلق ۲۔ مقید ۳۔ امر ۴۔ نہی

مطلق

تعریف: مطلق وہ لفظ ہے جو اپنی حقیقت و ماہیت پر ویسی ہی دلالت کرے جیسے کہ وہ ہے۔ یہ لفظ اپنی جنس میں عام ہوتا ہے اور اپنی جنس کے ایک فرد یا کثیر غیر معین افراد پر کسی صفت، شرط، زمان، مکان، عدد یا کسی اور چیز کی قید کے بغیر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً مسلم (مسلمان) رجل (آدمی) اور کتب (کتابیں) وغیرہ۔

مطلق کا حکم: قرآن وسنت کی کسی نص میں اگر کوئی لفظ مطلق آیا ہو تو اصل یہ ہے کہ بغیر کسی قید اور شرط کے اس پر عمل کیا جائے گا۔ اگر مطلق کو مقید کرنے کی دلیل موجود ہو تو پھر مطلق پر عمل نہیں کیا جائے گا بلکہ دلیل کے مطابق مقید پر عمل ہوگا۔

مطلق کی مثالیں: قرآن مجید کی آیت ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ [البقرۃ۲: ۱۸۴]

اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کرلے۔

اس آیت میں لفظ" ایام" مطلق ہے۔ مریض اور مسافر کے لئے رعایت ہے کہ وہ ماہ رمضان کے چھوڑے ہوئے روزوں کو بعد کے ایام میں رکھ کر پورے کرلیں۔ یہ ایام مسلسل بھی ہو سکتے ہیں اور متفرق بھی۔ قرآنی نص نے رمضان کے روزوں کی قضا کے

۲۲۔ صحیح بخاری، کتاب الحدود ۳ /۱۳۱ و مابعد

۲۳۔ بدائع الصنائع ۷ /۸۸

۲۴۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۳ /۲۔ اصول الشاشی ص ۱۲۔ ارشاد الفحول ص ۲۴۵۔ الوجیز فی اصول الفقہ ص ۳۵۰۔ اصول الفقہ ص ۳۱۲۔ اللمع فی اصول الفقہ ص ۴۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیے مسلسل یا متفرق ایام کی قید نہیں لگائی۔

مثال: آیت قرآنی ہے:

فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا [المائدۃ ۵: ۶]

پس تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔

اس آیت میں لفظ "ماء" (پانی) مطلق ہے۔ پانی کا ذکر بغیر کسی قید کے ہے لہٰذا اگر مطلق پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو البتہ پانی ناپاک نہ ہو۔ اگرچہ ناپاک پانی بھی پانی ہے لیکن پانی سے مقصود طہارت اور پاکیزگی ہے اور نجاست و ناپاکی اس کے منافی ہے۔ مندرجہ بالا آیت ہی میں آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ [المائدۃ ۵: ۶]

مگر وہ (اللہ) چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے

لہٰذا ناپاک پانی سے وضو اور غسل جائز نہیں ہے۔

مطلق کے حکم میں یہ بھی ہے کہ اگر مطلق کو مقید کرنے کی دلیل موجود ہو تو پھر مطلق پر عمل نہیں کیا جائے گا بلکہ دلیل پر عمل ہو گا۔

مثال: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ [النساء ۴: ۱۲]

میراث کے سارے حصے اس وقت نکالے جائیں گے جبکہ وصیت جو مرنے والے نے کی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو اس پر ہو ادا کر دیا جائے۔

اس آیت میں لفظ "وصیۃ" (وصیت) مطلق ہے اور کسی معین مقدار سے مقید نہیں ہے۔ اس لفظ کی رو سے وصیت پورے مال کی بھی ہو سکتی ہے' نصف' تیسرے یا چوتھائی مال کی بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن وصیت کو ایک تہائی تک مقید کرنے کی دلیل سنت سے ملتی ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے کل مال کی وصیت کر جاؤں۔ فرمایا: نہیں۔ انہوں نے کہا نصف کی۔ فرمایا: نہیں۔ انہوں نے کہا تہائی کی۔ آپ نے فرمایا:

فالثلث والثلث كثير انك ان تدع ورثتك اغنياء خير من ان تدعهم عالة يتكففون الناس في ايديهم (۲۵)

ثلث میں کوئی حرج نہیں اور ثلث بھی زیادہ ہے۔ تم کو اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ جانا اس سے اچھا ہے کہ انہیں محتاج چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

سنت نے مطلق وصیت کو ایک تہائی مقدار سے مقید کر دیا ہے' لہٰذا ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر

۲۵۔ صحیح بخاری' کتاب الوصایا ۲/ ۴۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کوئی شخص اس سے زیادہ کی وصیت کرے تو ایسی وصیت صرف ایک تہائی مال ہی پر نافذ ہو گی۔
مطلق کے جس جزء ی پر بھی عمل ہو جائے تو مامور بہ (جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہو) پر عمل ہو جائے گا۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے:

وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ [المائدۃ ۵: ٦]
اور اپنے سروں پر مسح کر لو۔

اس آیت میں سر کا مسح کرنے کا حکم مطلق ہے' سر کے مسح کو مقدار کی قید سے مقید نہیں کیا گیا۔ جس شخص نے آدھے' دو تہائی یا ایک تہائی سر پر مسح کر لیا تو سر کا مسح ہو جائے گا۔

مقیّد (۲۶)

تعریف: مقیّد مطلق کا مقابل ہے۔ مقیّد وہ لفظ ہے جو کسی معین فرد یا افراد کو بتائے یا غیر معین فرد یا افراد کو کسی قید سے مقیّد کرے۔ مقیّد اپنی جنس میں عام نہیں ہوتا اور اپنی ماہیت پر بعض قیود کے ساتھ دلالت کرتا ہے۔ مثلاً "رجل مسلم" (مسلمان آدمی)۔ یہاں مطلق "رجل" پر "مسلم" کی قید ہے۔

مقید کا حکم: اگر قرآن و سنت کی نص میں پایا جانے والا کوئی لفظ کسی قید سے مقید ہو تو اس قید کے مطابق اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر مقید لفظ پر اس کی قید کے بغیر عمل کرنے کی کوئی دلیل موجود ہو تو پھر اس پر بغیر قید کے عمل کیا جا سکتا ہے۔
مثلاً قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ [النساء ۴: ۲۳]
اور (تم پر حرام کی گئیں) تمہاری بیویوں کی (سابقہ) بیٹیاں جنہوں نے تمہارے گھروں میں پرورش پائی ہے' ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تم مباشرت کر چکے ہو۔

اس آیت میں لفظ "نسائکم" (تمہاری بیویاں) "دخلتم بھن" (جن سے تم مباشرت کر چکے ہو) سے مقید ہے۔ لہٰذا اس قید کے مطابق عمل ہو گا اور سوتیلی بیٹی اسُ وقت نکاح کے لئے حرام ہو گی جب اس کی منکوحہ ماں سے مباشرت ہو چکی ہو۔

مطلق سے مقیّد مراد لینا (۲۷): بعض اوقات کوئی لفظ قرآن یا سنت کی ایک نص میں مطلق آتا ہے وہی لفظ دوسری نص میں مقید وارد ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسا لفظ جہاں مطلق آیا ہے وہاں اس پر بطور مطلق عمل ہو گا اور جہاں وہ لفظ

۲۶۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۳/ ۲۔ اصول الشاشی ص ۱۲۔ ارشاد الفحول ص ۲۴۵۔ الوجیز فی اصول الفقہ ص ۵۰۴۔ اصول الفقہ ص ۲۱۲۔ اللمع فی اصول الفقہ ص ۳۴

۲۷۔ المستصفیٰ فی علم اصول ص ۲۶۲۔ ارشاد الفحول ص ۲۴۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقید آیا ہے وہاں بحیثیت مقید اس پر عمل ہوگا یا مطلق سے مقید مراد لیا جائے گا۔ یعنی جس نص میں وہ لفظ مطلق آیا ہے وہاں اس مطلق سے مراد وہ مقید ہوگا جو دوسری نص میں استعمال ہوا ہے۔ مطلق سے مقید مراد لینے یا نہ لینے میں علماء کے اتفاق یا اختلاف کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

ا۔ وہ صورت جہاں مطلق سے مقید مراد لینے پر اتفاق ہے

اگر مطلق اور مقید دونوں کا حکم اور اس کا سبب ایک ہی ہو تو مطلق سے مقید مراد لیا جائے گا۔ مثلاً قرآن مجید کی آیت ہے :

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ [المائدۃ ۵ : ۳]

تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو اللہ کے نام کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

قرآن مجید کی آیت ہے :

قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ
إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا [الانعام ۶ : ۱۴۵]

(اے نبی ان سے) کہہ دیں کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں ایسی کوئی چیز نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو۔

پہلی آیت میں لفظ "الدم" (خون) مطلق آیا ہے۔ دوسری آیت میں یہ لفظ مقید یعنی "دما مسفوحا" (بہتا ہو اخون) استعمال ہوا ہے۔ مندرجہ بالا دونوں آیات میں حکم ایک ہے یعنی خون کا حرام ہونا۔ اس حکم کا سبب بھی مشترک ہے اور وہ ہے ضرر اور نقصان جو بہتے ہوئے خون کے استعمال سے ہوتا ہے۔ یہاں مطلق سے مقید مراد لیا جائے گا۔ لہٰذا ہر قسم کا خون حرام نہیں ہے بلکہ بہہ سکنے والے خون کو حرام قرار دیا گیا ہے اور جو خون نہ بہہ سکتا ہو، وہ حلال ہے مثلاً جگر، تلی (۲۸) اور وہ خون بھی حلال ہے جو ذبح کرنے کے بعد گوشت اور رگوں میں باقی رہ جائے۔

مثال : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لا نكاح الا بولي و شهود (۲۹)

ولی اور گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوگا۔

ایک اور فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے :

لا نكاح الا بولي و شاهدی عدل (۳۰)

۲۸۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الصید ۳/ ۳۹ (حاشیہ حوالہ مسند احمد و دارقطنی)
۲۹۔ المستصفی فی علم الاصول ص ۲۶۲
۳۰۔ حوالہ بالا ص ۲۶۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوگا۔

پہلی حدیث میں "شھود" (گواہان) مطلق ہے۔ دوسری حدیث میں یہ لفظ "شاھدی عدل" (دو عادل گواہ) سے مقید ہے۔ ان دونوں نصوص کا حکم ایک ہے یعنی نکاح کے انعقاد کے وقت گواہوں کا ہونا اور اس کا سبب بھی ایک ہے یعنی نکاح کا انعقاد۔ یہاں مطلق سے مقید مراد لیا جائے گا۔ لہٰذا نکاح کے انعقاد کے وقت دو عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

۴۔ وہ صورتیں جہاں مطلق سے مقید مراد نہ لینے پر اتفاق ہے

علماء اصول کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مندرجہ ذیل دو حالتوں میں مطلق سے مقید مراد نہیں لیا جائے گا:

۱۔ اگر مطلق اور مقید دونوں کے حکم اور سبب مختلف ہوں تو پھر مطلق سے مقید مراد نہیں لیا جائے گا۔

مثلاً قرآن مجید کی آیت ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا [المائدۃ ۵: ۳۸]

چور مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

قرآن مجید کی ایک اور آیت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ [المائدۃ ۵: ۶]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو۔

پہلی آیت میں لفظ "ایدی" (ہاتھ) مطلق آیا ہے۔ دوسری آیت میں یہ لفظ "الی المرافق" (کہنیوں تک) کی قید سے مقید ہے۔ مندرجہ بالا دونوں آیات حکم میں مختلف ہیں۔ پہلی آیت میں چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے اور دوسری آیت میں وضو کے لیے دونوں ہاتھوں کو دھونے کا حکم ہے۔ اسی طرح یہ آیات حکم کے سبب میں بھی مختلف ہیں۔ پہلی آیت کے حکم کا سبب چوری کا جرم ہے۔ دوسری آیت کے حکم کا سبب نماز کا ارادہ ہے۔ ان دونوں نصوص کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ دونوں میں حکم اور سبب حکم کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ لہٰذا یہاں مطلق ہاتھ سے مقیّد مراد (کہنیوں تک) نہیں لیا جائے گا بلکہ جس نص میں لفظ مطلق وارد ہوا ہے وہاں اس کے مطلق ہونے پر عمل کیا جائے گا اور جس نص میں لفظ مقید آیا ہے وہاں اس کی قید کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

البتہ پہلی آیت کے لفظ "ید" (ہاتھ) مطلق کو سنت نے مقیّد کر دیا ہے۔ "ید" کے مطلق ہونے کا تقاضا تو یہ ہے کہ چور کا پورا ہاتھ کاٹا جائے لیکن پورے ہاتھ کے بجائے کلائی کے جوڑ سے کاٹا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ کلائی کے جوڑ سے قطع کروایا تھا (۳۱)۔ یہی جمہور کا موقف ہے۔

۲۔ اگر مطلق اور مقیّد دونوں کے حکم مختلف ہوں لیکن ان کا سبب ایک ہو بھی مطلق سے مقیّد مراد نہیں لیا جائے گا۔

۳۱۔ بدائع الصنائع ۷/ ۸۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مثلاً قرآن مجید کی آیت ہے :

إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ [المائدۃ ۵ :٦]

جب تم نماز کے لیے اٹھو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو۔

اسی آیت میں آگے فرمایا :

فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ [المائدۃ ۵ :٦]

جب تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو پس اس پر ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔

مندرجہ بالا دونوں قرآنی نصوص حکم میں مختلف ہیں۔ اس آیت میں لفظ "ایدی "(ہاتھ)"الی المرافق"(کہنیوں تک) کی قید سے مقید ہے۔ دوسری آیت میں تیمم کرتے وقت دنوں ہاتھوں پر مسح کرنے کا حکم ہے'اس آیت کا لفظ "ایدی "مطلق ہے۔ اس صورت میں مطلق سے مقید مراد نہیں لیا جائے گا کیونکہ دونوں آیات کا موضوع الگ الگ ہے۔ پہلی آیت وجوب غسل پر دلالت کرتی ہے اور دوسری آیت وجوب مسح پر دلالت کرتی ہے لہذا پہلی آیت میں لفظ "ایدی "مقید ہے۔ یہاں اس لفظ پر مقید کی حیثیت سے عمل ہو گا اور دوران وضو دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے جائیں گے۔ دوسری آیت میں لفظ "ایدی "مطلق ہے، یہاں مطلق پر عمل ہو گا۔

البتہ سنت نے آیت تیمم کی وضاحت کر کے اس کے مطلق کو مقید کر دیا ہے جس کی روشنی میں احناف اور شوافع کے نزدیک تیمم میں دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرنا ضروری ہے۔ مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں تیمم میں دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں تک مسح کرنا ضروری ہے۔ فریقین اپنے اپنے موقف کی حمایت میں احادیث پیش کرتے ہیں۔ یہ دونوں عمل سنت سے ثابت ہیں۔ فقہاء کا اختلاف روایات کو ترجیح دینے کے سبب سے ہے۔ تفصیل کے لیے کتب فقہ سے رجوع کریں۔

۳۔ وہ صورتیں جن میں علماء کا اختلاف ہے

اگر مطلق اور مقید کا سبب مختلف اور حکم ایک ہو تو اس صورت میں مطلق سے مقید مراد لینے کے مسئلہ میں علماء کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں :

احناف : مطلق سے مقید مراد نہیں لی جائے گی بلکہ مطلق پر مطلق کی حیثیت سے عمل ہو گا اور مقید پر اس کی قید کے مطابق عمل ہو گا۔

مالکیہ : اس مسئلہ میں مالکی علماء کی اکثریت احناف کے ساتھ ہے۔

شافعیہ : اکثر علماء شافعیہ کہتے ہیں کہ مطلق سے مراد مقید لیا جائے گا۔

حنابلہ : ان سے دو اقوال ملتے ہیں' بعض حنابلہ احناف کے ساتھ ہیں اور بعض نے شافعیہ سے موافقت کی ہے۔

جو فقہاء مطلق سے مقید مراد لینے کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ مطلق ساکت یعنی خاموش ہوتا ہے جبکہ مقید ناطق یعنی بولنے والا ہوتا ہے' لہذا مقید اولی ہے کیونکہ وہ مطلق کو بیان کرتا ہے۔ اگر سبب مختلف ہوں لیکن مطلق اور مقید کا حکم ایک ہو تو مطلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے مقیّد مراد لینا چاہیے تاکہ دونوں حکم میں برابر ہو جائیں اور ان دونوں میں پایا جانے والا تعارض دور ہو جائے۔

جو لوگ مطلق سے مقیّد مراد لینے کے قائل نہیں ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حکم کے سبب کا اختلاف کبھی حکم کے مطلق ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور کبھی مقیّد ہونے کا، اس لئے مطلق اور مقیّد دونوں اپنی اپنی جگہ پر مطلوب ہوتے ہیں۔ مطلق اور مقیّد میں سبب کے اختلاف سے ان دونوں میں تعارض نہیں ہوتا اور ان دونوں پر علیحدہ علیحدہ عمل کرنا بھی مشکل نہیں ہوتا۔ مطلق سے مقیّد مراد اس وقت لی جاتی ہے جب تعارض پایا جائے اور ان دونوں میں سے ہر ایک پر اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرنا مشکل ہو، لیکن جہاں تعارض نہ ہو وہاں مطلق اور مقیّد دونوں پر الگ الگ عمل کیا جاسکتا ہے۔

مثال : صدقہ فطر کے متعلق دو حدیثیں ہیں۔ یہ دونوں حدیثیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے روایت کی ہیں۔ ایک حدیث کی رو سے فطرانہ ہر مرد اور عورت پر واجب ہے (۳۲)۔ اس میں مسلمان کی قید نہیں ہے۔ دوسری حدیث یہ بتاتی ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر صدقہ فطر واجب ہے (۳۳)۔ اس حدیث میں مسلمان کی قید موجود ہے۔

ان دونوں حدیثوں میں حکم (صدقہ فطر کا جوب) ایک ہے لیکن حکم کا سبب مختلف ہے۔ پہلی حدیث میں سبب مسلمان کی قید کے بغیر ہے۔ دوسری حدیث میں قید موجود ہے۔ احناف کے مطابق صدقہ فطر خاندان کے ہر رکن کی طرف سے دینا ہوگا۔ ان کی رائے میں غیر مسلم کی جانب سے بھی صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ احناف کے نزدیک اگر مطلق اور مقیّد کا سبب مختلف اور حکم ایک ہو تو مطلق سے مقیّد مراد نہیں لیا جائے گا بلکہ مطلق اور مقیّد دونوں پر اپنی اپنی جگہ پر عمل ہوگا۔ لہٰذا صدقہ فطر خاندان کے مسلم اور غیر مسلم دونوں افراد پر واجب ہے۔

شافعیوں کا موقف یہ ہے کہ فطرانہ صرف ان اراکین خاندان کی طرف سے دیا جائے گا جو مسلمان ہیں۔ غیر مسلموں پر فطرانہ واجب نہیں ہے۔ شافعیوں کے نزدیک مقیّد کلام مطلق کلام پر حاوی ہوتا ہے۔ یہاں مطلق سے مقیّد مراد لی جائے گی۔

امر (۳۴)

تعریف : عربی لغت میں امر سے مراد ایسا قول ہے جو ایک شخص دوسرے سے کہے اور جس میں کسی فعل کے کرنے کا مطالبہ پایا جائے۔ اس مقصد کے لئے واحد مذکر مخاطب کے لئے "اِفْعَلْ" یعنی "تو کر" کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے۔

اصطلاح میں امر ایسا لفظ ہے جو ایک شخص اپنے آپ کو بالادست سمجھ کر دوسرے کو کہے اور جس میں کسی فعل کے کرنے کو

۳۲۔ صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۵۶۳

۳۳۔ صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۵۶۳

۳۴۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۲/ ۱۸۸۔ المستصفی فی علم الاصول ص ۲۰۲۔ اصول السرخسی ۱/ ۱۱۔ اصول الشاشی ص ۴۰۔ اللمع فی اصول الفقہ ص ۱۲۔ قوت الاخیار ۱/ ۱۲۴۔ نسفی، کشف الاسرار ۱/ ۴۴۔ بخاری، کشف الاسرار ۱/ ۱۰۰۔ اصول الفقہ ص ۲۱۶۔ الوجیز فی اصول الفقہ ص ۲۵۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لازم کر دیا گیا ہو۔لہذا امر میں دو چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے :

۱۔ حکم دینے والا یہ سمجھے کہ اسے مخاطب پر بالادستی اور اختیار حاصل ہے۔کسی حکم کی تعمیل اسی قدر ہوتی ہے جس قدر حکم دینے والے کو مخاطب پر بالادستی اور اختیار حاصل ہو۔بعض علمائے اصول کے نزدیک حکم دینے والے کا خود کو بالادست سمجھنا ہی کافی نہیں بلکہ اس کا حقیقت میں بالادست اور صاحب اختیار ہونا بھی ضروری ہے۔

۲۔ کسی فعل کی انجام دہی کو لازم کرنا مقصود ہو۔

اگر امر کا کلمہ اپنے سے کم تر کو کہا جائے تو وہ امر ہو گا'اگر یہ کلمہ اپنے سے بالاتر کو کہا جائے تو وہ امر نہیں ہو گا۔مثلاً :

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ [نوح ۷۱ :۲۸]

میرے رب مجھے اور میرے والدین کو معاف فرمادے۔

مندرجہ بالا آیت میں سوال اور دعا ہے۔اگر امر کا کلمہ اپنے جیسے کو کہا جائے تو وہ درخواست ہو گی۔

امر کے صیغے : کسی فعل کے کرنے کا مطالبہ کئی طرح سے ہوتا ہے :

۱۔ امر کے صیغہ کے ساتھ : وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ [آل عمران ۳ :۱۳۲]

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔

اس آیت میں لفظ "اطیعوا" (تم سب اطاعت کرو) امر کا صیغہ ہے۔

۲۔ مضارع میں لام امر کے ساتھ : لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ [الطلاق ۶۵ :۷]

خوشحال آدمی اپنی خوشحالی کے مطابق (بچے کو دودھ پلانے والی عورت کو) نفقہ دے۔

اس آیت میں لفظ "لینفق" (اسے چاہیے کہ نفقہ دے) فعل مضارع ہے اور اس کے شروع میں "لام" لامِ امر ہے۔

۳۔ خبریہ جملہ کے ساتھ : جس کا مقصد حکم دینا یا مطالبہ کرنا ہو صرف خبر دینا نہ ہو۔

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ [البقرۃ ۲ :۲۳۳]

جو باپ چاہتے ہوں کہ ان کی اولاد پوری مدت رضاعت تک دودھ پیئے 'تو مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں۔

اس آیت میں یہ خبر دینا مقصود نہیں ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں بلکہ یہ حکم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلائیں۔

صیغہ امر کے معانی : امر کا صیغہ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے مختلف کتب اصولِ فقہ سے صیغہ امر کے معانی مع امثال لے کر ذیل بیان کر دیئے گئے ہیں :

۱۔ وجوب (لازم قرار دینا) : وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ [البقرۃ ۲ :۴۳]

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ استحباب (پسند کرنا): وَافْعَلُوا الْخَيْرَ [الحج ۲۲: ۷۷]

اور نیک کام کرو۔

۳۔ اباحت (جائز قرار دینا): كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ [البقرة ۲: ۵۷]

جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں کھاؤ۔

۴۔ تہدید (غصہ کے ساتھ مخاطب ہونا، دھمکانا): اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ [حم السجدہ ۴۱: ۴۰]

کرتے رہو جو کچھ تم چاہو۔

۵۔ ارشاد (ہدایت و رہنمائی کرنا): وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ [الطلاق ۶۵: ۲]

اور دو ایسے آدمیوں کو گواہ بنالو جو تم میں سے صاحب عدل ہوں۔

۶۔ تادیب (ادب سکھانا): نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ سے فرمایا:

سم الله و كل مما يليك (۳۵)

اللہ کا نام لے (بسم اللہ پڑھو) اور اپنے آگے سے کھاؤ۔

۷۔ تعجیز (عاجز ظاہر کرنا): فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ [البقرة ۲: ۲۳]

تو اس (قرآن) کی مانند ایک سورت ہی بنا لاؤ۔

۸۔ دعا: رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ [نوح ۷۱: ۲۸]

میرے رب مجھے اور میرے والدین کو معاف کر دے۔

۹۔ امتنان (احسان جتانا): وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا [المائدة ۵: ۸۸]

جو کچھ حلال و طیب رزق اللہ نے تم کو دیا ہے اسے کھاؤ۔

۱۰۔ اکرام (عزت دینا): ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ [الحجر ۱۵: ۴۶]

ان (جنتوں کے باغوں اور چشموں) میں داخل ہو جاؤ سلامتی کے ساتھ بے خوف و خطر۔

۱۱۔ تسخیر (ذلیل کرنا): كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ [البقرة ۲: ۶۵]

بن جاؤ بندر اور اس حال میں رہو کہ ہر طرف سے تم پر دھتکار پھٹکار پڑے۔

۱۲۔ اہانت (تحقیر کرنا): فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا [النباء ۷۸: ۳۰]

اب مزہ چکھو ہم تمہارے لیے عذاب کے سوا کسی چیز میں ہرگز اضافہ نہ کریں گے۔

۱۳۔ تسویہ (دو چیزوں میں برابری ظاہر کرنا): فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا [الطور ۵۲: ۱۶]

۳۵۔ صحیح بخاری، کتاب الاطعمہ ۳ / ۱۷۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تم خواہ صبر کرو یا نہ صبر کرو۔

۱۴۔ تکوین (کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا) : کُنْ فَیَکُوْنُ [البقرۃ ۲ : ۱۱۷]

ہو جا' پس وہ ہو جاتی ہے۔

۱۵۔ امر خبر کے معنی میں : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اذا لم تستحی فاصنع ماشئت (۳۶)

جب تو شرم و حیا نہیں کرتا تو پھر جو چاہے کر۔

۱۶۔ خبر امر کے معنی : فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلًا وَّلْیَبْکُوْا کَثِیْرًا [التوبہ ۹ : ۸۲]

اب چاہیے کہ یہ لوگ ہنسا کم کریں اور روئیں زیادہ۔

۱۷۔ تمنی (تمنا، آرزو کرنا) : وَنَادَوْا یٰمٰلِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ [الزخرف ۴۳ : ۷۷]

اور وہ پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے تو اچھا ہے۔

۱۸۔ تفویض و تسلیم (سپرد کرنا) : فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ [طٰہٰ ۲۰ : ۷۲]

آپ کو جو حکم دینا ہو دے دیجئے۔

۱۹۔ مشورہ : فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی [الصافات ۳۷ : ۱۰۲]

اب تو بتا! تیرا کیا خیال ہے۔

۲۰۔ تحسیر (حسرت کی کیفیت) : قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِکُمْ [آل عمران ۳ : ۱۱۹]

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ان (منافقوں) سے کہہ دیں کہ اپنے غصہ میں آپ جل مرو۔

۲۱۔ تکذیب (جھٹلانا) : قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ [البقرۃ ۲ : ۱۱۱]

اے نبی ان (یہودیوں اور عیسائیوں سے) کہہ دیں کہ اپنی دلیل پیش کرو اگر تم وعدے میں سچے ہو۔

۲۲۔ استعجاب : اَسْمِعْ بِھِمْ وَاَبْصِرْ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا [مریم ۱۹ : ۳۸]

جب وہ ہمارے سامنے حاضر ہوں گے اس روز تو ان کے کان بھی خوب

سن رہے ہوں گے اور ان کی آنکھیں بھی دیکھتی ہوں گی۔

۲۳۔ اعتبار : اُنْظُرُوْا اِلٰی ثَمَرِہٖ اِذَآ اَثْمَرَ وَیَنْعِہٖ [الانعام ۶ : ۹۹]

یہ درخت جب پھلتے ہیں تو ان میں پھل آنے اور پھر ان کے پکنے کی کیفیت ذرا غور سے دیکھو۔

۲۴۔ انذار (ڈرانا) : قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَکُمْ اِلَی النَّارِ [ابراہیم ۱۴ : ۳۰]

۳۶۔ صحیح بخاری، کتاب الآداب ۳ / ۳۹۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہہ دیں' اچھا مزے کر لو۔

آخر کار تمہیں پلٹ کر جانا دوزخ ہی میں ہے۔

امر کے مندرجہ بالا معانی میں سے کسی ایک معنی پر اس وقت تک عمل کرنا ممکن نہ ہو گا جب تک اس معنی کی تائید میں کوئی دلیل یا قرینہ موجود نہ ہو۔

مطلق صیغہ امر کی دلالت (۳۷) : امر کا صیغہ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے لیکن اگر قرآن و سنت کی نصوص میں پایا جانے والا امر کا صیغہ مطلق ہو اور اس کے کسی ایک معنی کو بتلانے والا کوئی قرینہ موجود نہ ہو تو اس صورت میں امر کا کون سا معنی مراد ہو گا؟ کیا وہ وجوب پر دلالت کرے گا یا استحباب پر ؟ اس بارے میں علمائے اصول فقہ کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک امر وجوب کے لئے ہے اور کچھ کی رائے میں اس سے استحباب اور ندب مراد ہے۔ اور بعض کے ہاں یہ اباحت کے لئے ہے۔

وجوب سے مراد کسی فعل کا لازم ہونا اور ترکِ فعل (OMISSION) کا حرام ہونا ہے۔ استحباب / ندوب میں فعل اور ترکِ فعل دونوں جائز مگر فعل راجح اور ترکِ فعل غیر راجح ہوتا ہے۔ مباح میں فعل اور ترکِ فعل دونوں جائز ہوتے ہیں۔ دونوں میں سے کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہوتی (۳۸)۔ وجوب کو ترک کرنے والا گناہ گار ہے لیکن مندوب اور مباح کا تارک گناہ گار نہیں ہے۔

مطلق صیغہ امر کی دلالت پر اصولیین (علماء اصول فقہ) کی آراء مندرجہ ذیل ہیں :

پہلی رائے : جمہور کے نزدیک مطلق امر کا صیغہ صرف وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ مطلق امر میں اباحت اور استحباب وغیرہ کا معنی نہیں پایا جاتا۔ لہذا مطلق امر سے وجوب مراد لیا جائے گا جب تک کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ نہ ہو۔ اگر کوئی قرینہ پایا گیا تو امر کے صیغہ سے وہی معنی مراد لیا جائے گا جس پر قرینہ دلالت کرے۔

جب امر کا صیغہ استحباب یا اباحت کے لئے استعمال ہو تو وہ اپنے مجازی معنی میں ہو گا حقیقی معنی میں نہیں، کیونکہ امر حقیقی معنی میں صرف وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ (مجازی معنی سے مراد لفظ کا اس معنی میں استعمال ہے جس معنی کے لئے وہ لفظ لغت میں وضع نہیں کیا گیا۔ لفظ کا حقیقی معنی وہ ہے جس کے لئے اہل لغت نے اس لفظ کو وضع کیا ہو)۔

اپنے موقف کی حمایت میں جمہور کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ قرآن مجید کی آیت ہے :

أَفَعَصَيْتَ أَمْرِي [طہ ۲۰ : ۹۳]

کیا تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی۔

۳۷۔ اصول الشاشی ص ۴۰۔ ارشاد الفحول ص ۱۳۲۔ نسفی 'کشف الاسرار ۱/ ۵۰۔ اصول السرخسی ۱/ ۱۴۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۲/ ۲۰۷۔ المستصفی فی علم الاصول ص ۲۰۲۔ بزدوی 'کشف الاسرار ۱/ ۱۰۷۔ اصول الفقہ ص ۳۱۷۔ نور الانوار ۱/ ۱۲۷۔ تفسیر النصوص فی الفقہ الاسلامی ص ۶۳۷

۳۸۔ نور الانوار ۱/ ۱۳۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکم کی مخالفت نافرمانی ہے۔ جو چیز غیر واجب ہو اس کی مخالفت کرنا نافرمانی نہیں ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا
أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ [الاحزاب ۳۳: ۳۶]

کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امر آجانے کے بعد کسی مکلف و مامور (جسے کسی فعل کو کرنے کا پابند بنا دیا جائے) کو اس کام کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں رہتا بلکہ اس کا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ مکلف سے اختیار کی نفی اور فعل کا لازم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ امر صرف وجوب کے لئے ہے، ندب اور اباحت کے لئے نہیں ہے کیونکہ اگر امر مندوب یا مباح پر دلالت کرے تو پھر فعل کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

۳۔ قرآن مجید میں ہے :

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ
فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ [النور ۲۴: ۶۳]

رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ
کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو دنیا میں فتنہ و آزمائش اور آخرت میں دردناک عذاب کی وعید دی گئی ہے۔ وعید صرف ترک واجب پر ہوتی ہے۔ مباح اور مندوب فعل کا تارک مستحق وعید نہیں ہوتا۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لو لا ان یشق علی امتی لامرتھم بالسواك مع کل وضوء (۳۹)

اگر میری امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں ان کو ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

یہ حدیث امر کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتے تو ایسا کرنا واجب ہو تا خواہ اس کام میں مشقت ہوتی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ناپسند فرمایا کہ ان کی امت پر کوئی مشقت ہو۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم نہیں دیا۔

۵۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین کا عام طریق استدلال یہ ہوتا تھا کہ اگر امر کے صیغہ کو وجوب سے خارج کرنے والا کوئی قرینہ موجود نہ ہوتا تو وہ اس صیغہ سے وجوب ہی مراد لیتے تھے۔ مثلاً حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر

۳۹۔ موطا امام مالک، باب ماجاء فی السواک ص ۶۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیٹھے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا "اجلسوا" (بیٹھ جاؤ)۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس وقت مسجد کے دروازے پر تھے، یہ سن کر وہ مسجد کے دروازے ہی پر بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو فرمایا "تعال یا عبداللہ بن مسعود"۔ ادھر آؤ ! اے عبداللہ بن مسعود(۴۰)۔

اس واقعہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے امر کے صیغہ "اجلسوا" (بیٹھ جاؤ) سے وجوب مراد لیا۔

۶۔ علمائے لغت اور اہل عرب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے سے کوئی فعل طلب کرے تو وہ امر کا صیغہ استعمال کرے، کیونکہ اس صورت میں جس شخص سے فعل طلب کیا گیا ہے اس کو ترک فعل کی اجازت نہیں ہے اور جہاں مکلف کو ترک فعل کی اجازت نہ ہو وہ واجب ہوتا ہے۔

۷۔ تمام افعال مثلاً فعل ماضی، فعل حال اور فعل مستقبل خاص معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ امر بھی چونکہ ایک فعل ہے اس لیے دوسرے افعال پر قیاس کرتے ہوئے امر بھی خاص معنی یعنی وجوب پر دلالت کرے گا۔

دوسری رائے: بعض مالکی علماء اصول کہتے ہیں کہ مطلق امر کا صیغہ اباحت پر دلالت کرتا ہے۔

تیسری رائے: بعض شافعی علماء کی رائے ہے کہ امر کا صیغہ جس حقیقی معنی پر دلالت کرتا ہے وہ استحباب یا ندب ہے۔

چوتھی رائے: علماء کا ایک گروہ جس میں امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) بھی شامل ہیں، کا موقف ہے کہ کسی قرینہ کے بغیر امر کے صیغہ کا کوئی حقیقی معنی نہیں ہے۔ امر کے کئی معانی ہونے کی صورت میں ان میں سے ایک مطلوبہ معنی کے واضح ہونے تک توقف کیا جائے گا۔

پانچویں رائے: ایک رائے یہ ہے کہ کسی قرینہ سے خالی امر کا صیغہ وجوب، ندب اور اباحت میں مشترک ہے۔ اس میں ان تینوں معانی کا اشتراک پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں امر کے صیغہ سے مطلوبہ معنی اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتا جب تک معنی کو ترجیح دینے والا کوئی قرینہ نہ پایا جائے

چھٹی رائے: بعض کا خیال ہے کہ امر کا صیغہ وجوب اور ندب کے درمیان مشترک ہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کو امر کا معنی قرار دینے کے لیے ترجیح دینے والے کسی قرینہ کا پایا جانا ضروری ہے۔

وجوب صیغہ امر سے ثابت ہوتا ہے، فعل سے نہیں (۴۱)

حنفی عالم ملا جیون (م ۱۱۳۰ھ) نے لکھا ہے کہ وجوب صرف صیغہ امر سے ثابت ہوتا ہے، فعل سے نہیں۔ لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے :

۴۰۔ سنن ابو داود، کتاب الصلوۃ ۱/ ۳۱۳

۴۱۔ نور الانوار ۱/ ۱۲۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ (البقرۃ ۲: ۱۱۷)

اور جس بات کا وہ فیصلہ کرتا ہے 'اس کے لئے بس یہ حکم دیتا ہے کہ "ہو جا" اور وہ ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے روزے رکھتے تھے۔ صوم وصال میں قصداً دو دن یا زیادہ دنوں تک افطار نہیں کی جاتی اور مسلسل روزے رکھے جاتے ہیں 'نہ رات کو کچھ کھایا پیا جاتا ہے اور نہ سحری کے وقت۔ جمہور علماء کا موقف ہے کہ وصال کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ اسی لیے ایک حدیث جس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی و یسقینی (۴۲)

تم میں سے کون میری طرح ہے، مجھے تو میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

لیکن اس فعل پر عمل کرنا واجب ہوگا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو اور ایسی دلیل موجود نہ ہو جس سے یہ بات ثابت ہو کہ وہ فعل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

بعض مالکی اور شافعی اصولیین کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صیغہ امر کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صلوا کما رائیتمونی اصلی (۴۳)

اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں اتباع کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے وجوب ثابت ہونے کے بارے میں احناف اور شوافع کے درمیان یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب وہ فعل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سہواً نہ ہوا ہو اور نہ وہ آپ کا طبعی فعل ہو، جیسے کھانا پینا اور نہ وہ فعل آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سہواً صادر ہونے والے فعل یا آپ کے طبعی فعل یا آپ کی ذات سے مخصوص فعل سے بالاتفاق وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

حنفی عالم اسحاق بن ابراہیم شاشیؒ (م ۳۲۵ھ) نے لکھا ہے کہ بعض ائمہ کہتے ہیں کہ جب تک امر کا صیغہ نہ پایا جائے، وجوب ثابت نہیں ہوگا، مگر یہ محال ہے۔ شارع (یعنی اللہ تعالیٰ اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے امر کے صیغہ کے بغیر بھی وجوب ثابت ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص جس تک شارع کی طرف سے امر کا صیغہ نہ پہنچا ہو 'کیا اس کے لئے اللہ پر ایمان لانا واجب نہیں ہے؟ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی رسول کو لوگوں کی ہدایت کے لئے نہ بھیجتا تو بھی عقل مندوں پر بذریعہ ان کی عقلوں کے خدائے قدوس کی معرفت واجب ہوتی (۴۴)۔

۴۲۔ صحیح بخاری' کتاب الصیام ۱/ ۲۹۸

۴۳۔ بخاری' کشف الاسرار ۱/ ۴۷

۴۴۔ اصول الشاشی ص ۴۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مامور بہ کی اقسام(۴۵)

کسی شخص کو امر کے صیغے سے جس فعل کے کرنے کا پابند بنایا جاتا ہے تو اس فعل کو مامور بہ کہتے ہیں۔ اگر آمر (حکم دینے والا) حکیم و دانا ہو تو کسی مامور بہ کا حکم یا اس سے روکنا ہی اس چیز کی اچھائی یا برائی کی دلیل ہے۔ حکیم اچھی چیزوں کا حکم دیتا ہے اور بری چیزوں سے منع کرتا ہے۔ لہٰذا حکیم آمر جس چیز کا حکم دے گا وہ حَسَن ہو گی اور جس چیز سے منع کرے گا وہ قبیح ہو گی۔

مامور بہ میں حُسن وقُبح کے تین معانی ہیں :

۱۔ مامور بہ کا کامل ہونا حُسن ہے اور اس کا ناقص ہونا قُبح ہے جیسے علم حُسن ہے اور جہل (لاعلمی) قُبح ہے۔

۲۔ مامور بہ کا طبیعت، مزاج اور دنیوی اغراض کے موافق ہونا حُسن ہے اور ان کے مخالف ہونا قُبح ہے۔ جیسے "شیریں" طبیعت کے موافق ہونے کی بنا پر حُسن ہے اور "تلخ" طبیعت کے مخالف ہونے کی وجہ سے قُبح ہے۔

۳۔ مامور بہ کا مرتکب ثواب کا مستحق ہو تو وہ حُسن ہے اور اس کا مرتکب عذاب کے لائق ہو تو وہ قُبح ہے۔

پہلے دونوں معنوں میں مامور بہ کا حُسن یعنی اچھا ہونا اور قُبح یعنی برا ہونا متفقہ طور پر عقلی ہے۔ تیسرے معنی میں یہ اختلاف ہے کہ آیا اس صورت میں مامور بہ کا حَسَن و قبیح ہونا عقلی ہے یا شرعی ہے۔

مامور بہ کا حُسن وقُبح ثواب وعذاب کے لحاظ سے

www.kitabosunnat.com

پہلی رائے : مامور بہ کا حُسن وقُبح شرعی ہے۔ شارع نے جس فعل کا حکم دیا اور اس کے کرنے پر فاعل کو ثواب کا مستحق ٹھہرایا وہ فعل حَسَن ہو گیا اور جس فعل سے منع کر کے اس کے کرنے پر عذاب کا مستحق قرار دیا وہ فعل قبیح بن گیا۔ کسی فعل کے حُسن وقُبح کے تعین میں عقل کا دخل نہیں ہے بلکہ افعال کے حُسن وقُبح کا معیار شریعت ہے۔

دوسری رائے : جن افعال کو عقل حَسَن بتائے وہ حَسَن ہیں اور شریعت انہی افعال کے کرنے کا حکم دیتی ہے۔ جن افعال کو عقل قبیح بتائے، وہ قبیح ہیں اور شریعت انہی افعال سے منع کرتی ہے۔ کسی فعل کا عقلی طور پر حَسَن و قبیح ہونا ہی شارع کی طرف سے اس فعل کے حکم کا موجب ہے۔ شارع پر لازم ہے کہ وہ حَسَن کا حکم دے اور قبیح سے منع کرے۔

تیسری رائے : افعال کا حُسن وقُبح شریعت پر موقوف نہیں ہے بلکہ شریعت نازل ہونے سے پہلے بھی بعض افعال حَسَن تھے اور بعض قبیح۔ لہٰذا شارع نے افعالِ حسنہ کا حکم فرما دیا اور افعال قبیحہ سے منع فرمادیا۔ مثلاً سچ کا حَسَن ہونا اور جھوٹ کا قبیح ہونا۔ شریعت نے ان افعال کے حُسن وقُبح کو ظاہر کر دیا ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ پر افعالِ حسنہ کا حکم کرنا اور افعال قبیحہ سے منع کرنا واجب نہیں ہے، وہ مختار کل ہے۔ شریعت جس فعل کے کرنے کا حکم دیتی ہے وہ فعل اپنی ذات میں اور عقلی طور پر حَسَن ہوتا ہے اور شریعت جس چیز سے منع کرتی ہے وہ چیز اپنی ذات میں اور عقلی طور پر قبیح ہوتی ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جو چیز عقلی طور پر حَسَن ہو شارع اس کا حکم ضرور

۴۵۔ اصول السرخسی ۱/۶۰۔ اصول الشاشی ص ۳۶۔ نوت الاخیار ۱/۲۲۵۔ اصول فقہ اسلام ص ۱۵۶۔ الوجیز فی اصول الفقہ ص ۴۶۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دے اور جو چیز عقلی طور پر قبیح ہو شارع اس سے ضرور منع کرے، اور نہ یہ ضروری ہے کہ شارع اسی فعل کا حکم دے جسے عقل قبیح قرار دے اور اس فعل سے منع کرے جسے عقل حَسَن جانے۔ یہ اہل سنت و جماعت کا موقف ہے۔ (اہل سنت و جماعت کی اصطلاح چوتھی صدی ہجری میں عام ہوئی۔ جسے علماء حق نے بعض مخصوص قائد رکھنے والے بعض فرقوں کے مقابلے میں اپنی پہچان کے لئے وضع کیا۔ سنت سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی اور جماعت سے مراد صحابہ کرامؓ کی جماعت ہے۔ اہل سنت و جماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے عقائد و اعمال کا محور سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے اقوال و افعال ہیں)۔

وصفِ حَسَن کے اعتبار سے مامور بہ کی اقسام

مامور بہ کے حَسَن ہونے کے اعتبار سے اس کی دو اقسام ہیں :

۱۔ حَسَن لذاتہ ۲۔ حَسَن لغیرہ

حَسَن لذاتہ

حَسَن لذاتہ وہ فعل ہے جو ذاتی طور پر حَسَن ہو یعنی فعل کی اپنی ذات میں بغیر کسی واسطہ کے حُسن و خوبی پائی جائے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، نماز پڑھنا اور سچ بولنا وغیرہ۔

حَسَن لذاتہ کا حکم

۱۔ اگر مامور بہ میں حُسن کے ساقط ہونے کا کسی حال میں بھی احتمال نہ ہو خواہ اکراہ وجبر کی حالت ہو یا نہ ہو، تو مکلف پر جب اس کا ادا کرنا واجب ہو جائے تو اس فعل کو ادا کیے بغیر اس کا وجوب ساقط نہیں ہوگا۔

مثلاً دل سے ایمان کی تصدیق کرنے کا حُسن نا قابل سقوط ہے۔ ہر عاقل بالغ مسلمان پر دل سے ایمان کی تصدیق کرنا واجب ہے، اس کا وجوب ساقط نہیں ہو سکتا۔ حالت جبر واکراہ میں بھی تصدیق ایمان واجب ہے۔ اگر ایک مسلمان دشمنان اسلام کی قید میں ان کے مجبور کرنے پر کفریہ کلمات کہہ دے تو ایسا کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کا دل ایمان کی تصدیق کرتا ہو۔ ایمان دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنے کا نام ہے۔ تصدیق اصل رکن ہے جس میں سقوط کا احتمال نہیں ہے، جبکہ زبان سے اقرار ایک زائد رکن ہے جو جبر و اکراہ کے عذر میں سقوط کا امکان رکھتا ہے۔

اگر ایک شخص دل سے ایمان کی تصدیق نہ کرے اور بغیر کسی عذر کے زبان سے اس کا اقرار نہ کرے تو وہ ظاہر میں بھی کافر ہے اور وہ اللہ کے نزدیک بھی مومن نہیں ہے۔ جو شخص دل سے ایمان کی تصدیق نہ کرے اور زبان سے ایمان کا اقرار کرے وہ ظاہر میں مومن ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مومن نہیں ہے۔ جو شخص دل سے ایمان کی تصدیق کرے لیکن کسی وجہ سے اس کا زبان سے اقرار نہ کر سکے وہ ظاہر میں مومن نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے۔

۲۔ اگر بعض حالات میں عذر کے باعث مامور بہ کے حُسن میں سقوط کا احتمال ہو یا شارع کے حکم سے وہ ساقط ہو جائے تو مامور بہ کو ادا کرنے سے اس کا حُسن بھی ساقط ہو جاتا ہے اور مامور بہ کو بلا عذر ترک کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ مثلاً نماز حَسَن لذاتہ ہے یعنی نماز کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنی ذات میں حُسن ہے۔ یہ قول و فعل سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔ اس میں تکبیرات، قراءتِ قرآن مجید، تسبیحات اور تعظیم الٰہی میں رکوع و سجود ہیں۔ نماز میں کسی غیر کی وجہ سے حُسن پیدا نہیں ہوا۔ لیکن بعض حالات میں اس کے سقوط کا احتمال پایا جاتا ہے مثلاً ایک دن اور ایک رات سے زیادہ مجنون اور بے ہوش رہنے کی صورت میں نماز ساقط ہو جائے گی۔ جنون اور بے ہوشی کی حالت میں چھوڑی جانے والی نمازوں کی نہ ادا واجب ہے اور نہ قضاء۔ عورت کے حیض و نفاس کے زمانہ میں بھی اس پر سے نماز ساقط ہو جاتی ہے۔ اس دوران عورت پر نماز کی نہ ادا واجب ہے اور نہ اس کی قضاء واجب ہو گی۔ جس حالت میں نماز سقوط قبول کرے گی اس کا حسن بھی ساقط ہو جائے گا۔ لہٰذا مرد سے جنون اور بے ہوشی کی حالت میں اور عورت سے جنون و بے ہوشی، حیض اور نفاس کی حالت میں عذر کی وجہ سے نماز ساقط ہو جائے گی۔ لیکن پانی نہ ملنے کی وجہ سے نماز ساقط نہیں ہو گی کیونکہ اس صورت میں تیمم کرنے کی اجازت ہے۔ لباس نہ ہونے کی صورت میں بھی نماز ساقط نہیں ہو گی کیونکہ برہنہ حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے اگر قبلہ (خانہ کعبہ) کی صحیح سمت معلوم نہ ہو اور کوئی بتانے والا بھی موجود نہ ہو تو نماز ساقط نہیں ہو گی بلکہ جس سمت پر غالب گمان ہو ادھر رخ کر کے نماز پڑھی جائے۔ نشہ مثلاً شراب نوشی وغیرہ سے عقل جاتی رہے تو نماز ساقط نہیں ہو گی بلکہ اس حالت میں فوت شدہ نماز کی قضاء لازم ہے۔

حُسَن لغیرہ

حُسَن لغیرہ وہ فعل ہے جس کی اپنی ذات میں کوئی خوبی نہ پائی جاتی ہو بلکہ کسی "غیر" کے واسطہ سے اس میں خوبی پائی جائے۔ یہ "غیر" اپنی ذات میں تو حُسَن ہے لیکن اس کے حُسن کی وجہ سے مامور بہ بھی حُسَن ہو گیا۔ حُسَن لغیرہ میں مامور بہ کے حسن ہونے میں اس کا اپنا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

مثال : جہاد حُسَن لغیرہ کی ایک مثال ہے۔ جہاد میں انسان مرتے ہیں اور آبادیاں ویران ہوتی ہیں۔ اس پہلو سے جہاد میں کوئی حُسن نہیں پایا جاتا۔ لیکن جہاد کا مقصد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے اس لیے لڑنا ہے تاکہ کافروں اور باغیوں کے فتنہ و فساد سے مسلمانوں اور دیگر لوگوں کو محفوظ رکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین سربلند ہو۔ اس لحاظ سے جہاد میں حُسن پیدا ہو گیا۔

اسی طرح شرعی سزائیں مثلاً شادی شدہ زانی و زانیہ کو سنگسار کرنا، غیر شادی شدہ زانی و زانیہ کو سو سو کوڑے مارنا، قتل عمد کی سزا قصاص، شراب نوشی کی سزا اسی کوڑے اور چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا وغیرہ میں بذات خود کوئی حُسن نہیں ہے۔ ان میں لوگوں کی جانوں اور جسمانی اعضاء کا نقصان ہے۔ چونکہ ان سزاؤں کا مقصد مجرم کو آئندہ ارتکاب جرم سے روکنا اور دوسروں کو عبرت دلانا ہے اس لئے یہ سزائیں بھی حُسَن ہیں۔

حُسَن لغیرہ کا حکم : مامور بہ کے واجب ہونے کے بعد اس کے ادا ہو جانے سے اس کا حکم بھی ساقط ہو جائے گا۔ جس "غیر" کے واسطے مامور بہ میں حُسن آیا ہے اس کے ساقط ہونے سے مامور بہ کا حکم بھی ساقط ہو جاتا ہے۔

جب امر کا صیغہ مطلق ہو اور بغیر کسی قرینہ کے آیا ہو تو اس صورت میں امر سے وہ مامور بہ مراد ہو گا جو حُسَن لذاتہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حَسَن لغیرہ کی اقسام : حَسَن لغیرہ کی دو اقسام ہیں :

۱۔ پہلی قسم : "غیر" مامور بہ کے ادا ہونے سے ادا نہ ہوتا ہو بلکہ "غیر" اور مامور بہ دونوں کو ادا کرنے کے لیے علیحدہ علیحدہ عمل کی ضرورت ہو۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے :

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ
فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ [الجمعہ ۶۲ : ۹]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا
جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔

اس آیت میں لفظ سعی (آمادہ ہونا اور چل پڑنا) استعمال ہوا ہے۔ سعی میں بذات خود کوئی حُسن نہیں ہے۔ اس میں حُسن نماز جمعہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ سعی نماز جمعہ تک پہنچنے کا واسطہ ہے۔ نماز جمعہ عبادت ہے اور اس کی وجہ سے نماز جمعہ کے لئے کی جانے والی سعی بھی عبادت بن گئی۔ سعی کے ادا کرنے سے نماز جمعہ ادا نہیں ہو جائے گی بلکہ نماز جمعہ کے لئے الگ فعل ادا کرنا پڑے گا۔ سعی الگ فعل ہے اور نماز جمعہ الگ فعل۔

چونکہ سعی میں نماز جمعہ کی وجہ سے حُسن آیا ہے لہٰذا اگر نماز جمعہ ساقط ہو جائے تو سعی بھی ساقط ہو جائے گی کیونکہ واسطہ کے ساقط ہو جانے سے مامور بہ حَسَن لغیرہ بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر نماز جمعہ فرض نہ رہا (جیسے مسافر، مریض اور قیدی پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے) تو نماز جمعہ کے لئے سعی بھی فرض نہیں ہوگی۔

مثال : وضو ایسا مامور بہ ہے جس کی اپنی ذات میں کوئی حسن نہیں ہے بلکہ نماز کی وجہ سے اس میں حُسن آیا ہے۔ وضو میں پانی ضائع کرنے کا عمل ہوتا ہے اس میں کوئی حُسن نہیں ہے، لیکن جب وضو نماز ادا کرنے کے لئے کیا گیا تو اس میں حُسن پیدا ہو گیا اور ایسے وضو پر ثواب ہو گا۔ لہٰذا وضو حَسَن لغیرہ ہے۔ لیکن وضو کرنے سے نماز ادا نہیں ہو جاتی بلکہ وضو کے لئے الگ فعل سر انجام دیا جائے گا اور نماز کے لئے الگ فعل ادا کرنا ہو گا۔ واسطہ کے ساقط ہونے سے مامور بہ حَسَن لغیرہ بھی ساقط ہو جاتا ہے اس لیے اگر نماز فرض نہ رہے اور وہ ساقط ہو جائے (جیسے حیض و نفاس کے دنوں میں عورت سے نماز ساقط ہو جاتی ہے) تو پھر وضو بھی واجب نہیں ہو گا۔

۲۔ دوسری قسم : مامور بہ کے ادا ہونے سے "غیر" بھی ادا ہو جائے اور مامور بہ اور "غیر" دونوں ایک عمل سے ادا ہو جائیں، ان دونوں کے لئے الگ الگ عمل کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔

مثال : نماز جنازہ میں میت کو سامنے رکھ کر نماز پڑھی جاتی ہے جو بظاہر مت پرستی کے مشابہ ہے۔ مگر نماز جنازہ فوت شدہ مسلمان کا حق ہے جسے دوسرے مسلمان ادا کرتے ہیں اور دوسرے کا حق ادا کرنا مستحسن اقدام ہے اس وجہ سے میت سامنے رکھ کر نماز پڑھنا بھی حُسن شمار ہوا۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں : سلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا جواب دینا' مریض کی عیادت کرنا' جنازوں کے پیچھے جانا' دعوت قبول کرنا' اور چھینکنے والے کا جواب دینا" (۴۶) یعنی چھینکنے والا "الحمد لله" (اللہ تیرا شکر ہے) کہے تو جواب میں" یرحمك الله "(اللہ تم پر رحم فرمائے) کہنا۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان میت کی نماز جنازہ پڑھنا اور جنازے کے پیچھے چلنا مسلمان میت کا حق ہے۔ یہ حق ادا کرنا نماز جنازہ سے حاصل ہوتا ہے' اس کے لیے کسی دوسرے فعل کی ضرورت نہیں پڑتی۔

کیا امر تکرار چاہتا ہے (۴۷) : امر میں تکرار سے مراد یہ ہے کہ جس شخص کو کام کرنے کا حکم دیا گیا ہو، وہ اسے بار بار کرے۔ امر کا صیغہ کسی کام کو بار بار کرنے کا تقاضا کرتا ہے یا نہیں ؟ اس بارے میں تین فقہی آراء پائی جاتی ہیں :

۱۔ **احناف کی رائے** : احناف کا موقف یہ ہے کہ امر مطلق وجوب کے اعتبار سے نہ تو کسی فعل کو صرف ایک مرتبہ کرنے کا مطالبہ کرتا ہے' نہ اس کے تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور نہ اس فعل کے تکرار کا احتمال رکھتا ہے بلکہ امر کا صیغہ کسی فعل کی محض طلب کے لئے بنایا گیا ہے۔ امر کی تعمیل کے لیے فعل کا محض ایک بار کرنا کافی ہے مثلاً اگر زبیر نے یہ کہا کہ زینت سے میرا نکاح کرا دو تو یہ امر اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ زبیر کا بار بار نکاح کرایا جائے۔ اگر سلیمان اپنے وکیل سے کہے : میری بیوی کو طلاق دے دو۔ وکیل نے طلاق دے دی۔ پھر سلیمان نے دوسرا نکاح کر لیا۔ اب وکیل کے لیے ضروری نہیں ہے کہ پہلے امر (حکم) کی بنیاد پر سلیمان کی بیوی کو ایک بار پھر طلاق دے دے۔

لیکن اگر امر کے صیغہ کے ساتھ ایسا قرینہ ہو جو تکرار پر دلالت کرے تو پھر امر تکرار کا تقاضا کرے گا جیسے اگر امر کسی شرط یا وصف سے متعلق ہو اور شارع نے ان کو اس فعل کی علت قرار دیا ہو۔ قرآن مجید کی آیت ہے :

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ [البقرة ۲ : ۱۸۵]

لہٰذا تم میں سے جو شخص اس مہینہ (رمضان) کو پائے اس
کو لازم ہے کہ وہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔

اس آیت میں روزے رکھنا ماہ رمضان کی شرط سے معلق ہے۔ جب بھی ماہ رمضان آئے گا روزے رکھے جائیں گے اور "فليصمه" (اس کو چاہیے کہ اس مہینے کے روزے رکھے) تکرار چاہے گا۔ "فليصمه" اس فعل امر کا صیغہ فی نفسہ تکرار نہیں چاہتا کیونکہ روزہ رکھنا "فمن شهد منكم الشهر" (پس جس نے رمضان کا مہینہ پایا) کی شرط سے معلق ہے۔ جب یہ شرط پائی جائے گی تو "فليصمه" امر کا صیغہ تکرار چاہے گا۔

قرآن مجید میں ہے :

۴۶۔ صحیح بخاری' کتاب الجنائز ۱/ ۴۷۷

۴۷۔ تفسیر النصوص فی الفقہ الاسلامی ص ۷۹۹۔ اصول السرخسی ص ۲۰۔ ارشاد الفحول ص ۱۴۷۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۲/ ۲۵۵۔ المستصفی فی علم الاصول ص ۲۱۱۔ قوت الاخیار ۱/ ۱۵۱۔ اصول الفقہ ص ۴۱۸۔ الوجیز فی اصول الفقہ ص ۲۹۳۔ نسفی' کشف الاسرار ۱/ ۵۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وَإِنْ كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا [۵: ۶]

اور اگر جنابت کی حالت ہو تو خوب پاک ہو جاؤ۔

یہاں غسل کرنا جنابت کی شرط سے معلق ہے۔ جب بھی جنابت کی حالت ہو گی غسل کیا جائے گا۔

مثال قرآن مجید کی ایک آیت ہے :

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا [المائدۃ ۵: ۳۸]

اور چور خواہ مرد ہو یا عورت 'دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

ہاتھ کاٹنے کا عمل چوری کی شرط سے معلق ہے۔ جب بھی چوری کی جائے گی ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

قران مجید میں ہے :

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ [النور ۲۴: ۲]

زانیہ عورت اور زانی مرد 'دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

غیر شادی شدہ زانی جتنی بار بھی زنا کرے اسے اتنی بار کوڑے مارے جائیں گے کیونکہ کوڑے مارنے کا محل و مقام آدمی کا بدن ہے اور بدن زندہ حالت میں ہمیشہ کوڑوں کی صلاحیت رکھتا ہے۔ چنانچہ یہاں کوڑے مارنے کے فعل کا تکرار سبب زنا کے تکرار سے ہو گا اور محل یعنی بدن اس تکرار کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

۲۔ شوافع کی رائے : امام شافعیؒ کے نزدیک امر تکرار کا تقاضا تو نہیں کرتا لیکن تکرار کا احتمال رکھتا ہے خواہ وہ امر شارع کی طرف سے ہو یا غیر شارع کی طرف سے ہو۔ اکثر علمائے شافعیہ کے نزدیک امر فعل کے کم از کم ایک مرتبہ کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔

۳۔ تیسری رائے : بعض علمائے شافعیہ کا موقف ہے کہ امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے لیکن اگر اس کے خلاف کوئی دلیل ہو تو پھر امر سے مراد تکرار نہیں ہو گی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جب حج کے حکم میں یہ آیت نازل ہوئی :

وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا [آل عمران ۳: ۹۷]

اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر (خانہ کعبہ) تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو 'وہ اس کا حج کرے۔

تو ایک صحابی حضرت أقراع بن حابسؓ نے کہا، کیا ہر سال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ خاموش رہے۔ اس نے تین بار یہی کہا۔ آپ نے فرمایا : اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج واجب ہو جاتا اور پھر تم سے نہ ہو سکتا۔ اگلے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اپنے نبیوں سے بہت سوال کیے اور ان سے بہت اختلاف کرتے رہے۔ پھر جب میں تم کو کسی بات کا حکم دوں تو اس میں سے جتنا ہو سکے بجالاؤ اور جب کسی بات سے منع کروں تو ترک جاؤ۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں (۴۸)۔

ایک فریق کہتا ہے کہ حضرت أقرع بن حابسؓ کا ہر سال حج کرنے کے بارے میں پوچھنا اس بات کی دلیل ہے کہ امر

۴۸۔ صحیح مسلم 'کتاب الحج ۳/ ۳۶۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تکرار چاہتا ہے۔ دیگر علماء نے کہا ہے کہ اس فریق کا یہ استدلال کمزور ہے۔ اس واقعہ سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت اُقراع بن حابسؓ کو معلوم تھا کہ عربی زبان میں امر کا صیغہ تکرار کا مطالبہ نہیں کرتا، اگر لغت میں امر تکرار چاہتا تو حضرت اُقراعؓ سوال کیوں پوچھتے۔

کیا امر جلدی چاہتا ہے یا تاخیر (۴۹)

امر کی بحث میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ کیا امر فور یعنی جلدی چاہتا ہے یا تراخی یعنی تاخیر چاہتا ہے۔ امر کے صیغہ سے جس فعل کے کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے کیا امر اس فعل کو فوراً کرنے کا تقاضا کرتا ہے یا مکلّف اس فعل کو کرنے میں تاخیر کر سکتا ہے۔ اس بارے میں فقہاء کی آراء مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ جو علماء یہ رائے رکھتے ہیں کہ امر کا صیغہ کسی فعل کے کرنے کا محض مطالبہ کرتا ہے، ایک مرتبہ یا تکرار کا تقاضا نہیں کرتا، ان کے نزدیک امر کا صیغہ فعل کو فوراً کرنے یا دیر سے کرنے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ مطلق فعل پر دلالت کرتا ہے۔ فعل کو جلد یا دیر سے ادا کرنا قرینے کے مطابق ہوگا۔ مکلّف کے لئے فعل کی ادائیگی میں اس حد تک تاخیر جائز ہے کہ مامور بہ فعل سرے سے ضائع ہی نہ ہو جائے اور مکلّف اس فعل کے ادا کرنے سے قاصر نہ رہ جائے تاکہ گناہ گار نہ ہو۔ مستحسن یہ ہے کہ مطلوبہ فعل کو جلد ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ [آل عمران ۳: ۱۳۳]

دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جیسی ہے اور وہ متقی لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

۲۔ جو فریق امر میں تکرار کا قائل ہے اس کے نزدیک مطلق امر کا صیغہ فعل کو فوراً کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے [illegible] کی اس لیے مذمت کی تھی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر فوراً سجدہ نہیں کیا تھا۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ [الاعراف ۷: ۱۲]

پوچھا، تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جب کہ میں نے تجھ کو حکم دیا تھا۔

فرشتوں نے اللہ کے حکم پر آدم کو فوراً سجدہ کر دیا تھا۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا [البقرۃ ۲: ۳۴]

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب جھک گئے۔

۴۹۔ المستصفی فی علم الاصول ص ۲۱۵۔ ارشاد الفحول ص ۱۵۰۔ نسفی، کشف الاسرار ص ۱۱۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۲/ ۲۴۲۔ اصول السرخسی ۱/ ۲۶۔ اصول الشاشی ص ۴۴۔ الوجیز فی اصول الفقہ ص ۳۶۵

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

۳۔ جو گروہ امر میں تکرار کا قائل نہیں ہے وہ کہتا ہے کہ اگر مامور بہ مطلق ہے یعنی وہ ادا کے لیے وقت کے ساتھ مقیّد نہیں کیا گیا تو اس کے کرنے میں تاخیر کی جاسکتی ہے بشرطیکہ پوری عمر میں اس فعل کو ادا کر نا رہ نہ جائے۔ لہذا اگر کوئی شخص ایک ماہ کے نفل روزے رکھنے کی نذر کرے تو وہ اپنی عمر میں جب چاہے یہ نذر پوری کر سکتا ہے۔ تاخیر پر اسے گناہ نہیں ہو گا۔ لیکن اگر مکلف اس نذر کو پورا کرنے سے قبل فوت ہو جائے گا تو وہ ترکِ فعل کی بنا پر گناہ گار ہو گا۔ بشرطیکہ یہ ترکِ فعل اس کی غفلت سے واقع ہوا ہو۔

اگر مامور بہ کی ادائیگی وقت سے مقیّد ہو تو اگر وقت میں وسعت ہے تو فعل کو آخری وقت تک موخر کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً عصر کی نماز کے لئے وقت مقرر ہے۔ یہ نماز اپنے آخری وقت یعنی سورج غروب ہونے سے پہلے ادا کی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر فعل کو ادا کرنے کے لئے وقت کی تنگی ہو تو پھر اس کو ادا کرنے میں تاخیر جائز نہیں ہے۔

اگر امر ایسے وقت سے مقیّد ہو جس کے فوت ہو جانے سے فعل کی ادائیگی بھی فوت ہو جائے مثلاً پانچوں اوقات کی نمازوں کا حکم تو ایسا امر فعل کو اس وقت میں ادا کرنے کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

وقت سے مقیّد امر کی دو مشہور اقسام ہیں :

۱۔ اگر وقت فعل کے لیے ظرف ہو

اس میں یہ شرط نہیں ہوتی کہ فعل پورے وقت کو محیط ہو۔ اس وقت میں مطلوبہ فعل کے علاوہ اسی قسم کا کوئی اور فعل بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ پانچوں اوقات کی نمازیں' ہر نماز اس کے وقت کے کسی حصے میں بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ جب وقت فعل کے لئے ظرف ہو تو فعل کا وجوب اول وقت سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ آخری وقت سے تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً اگر کسی نماز کے آخر وقت میں عورت کو حیض آ جائے تو حیض سے پاک ہو جانے پر اس عورت پر نماز کی قضا لازم نہیں ہے اور اگر کسی نماز کے آخری وقت میں عورت حیض سے پاک ہو جائے تو اس پر اس وقت کی نماز فرض ہو جائے گی۔ مقیم شخص اگر کسی نماز کے آخر وقت میں سفر کرے گا تو وہ قصر نماز ادا کرے گا۔

۲۔ اگر وقت فعل کے لئے معیار ہو

اس صورت میں فعل پورے وقت پر محیط ہوتا ہے اور اس فعل کو ادا کرنے کے بعد وقت کا کچھ حصہ بھی نہیں بچتا۔ اس وقت میں اس فعل کے علاوہ اسی جنس کا دوسرا فعل ادا نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً روزہ پورے دن کا ہوتا ہے۔ ماہ رمضان کے روزوں میں کوئی دوسرا روزہ نفلی یا کفارہ یا قضا نہیں رکھا جاسکتا کیونکہ فرض روزہ کی عبادت دوران رمضان طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک پورے وقت پر محیط ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ادا اور قضاء (۵۰)

امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے وجوب کی دو اقسام ہیں: اداء اور قضاء

۱۔ اداء: امر سے جو چیز واجب ہو اس کو بعینہ اس کے مستحق کے سپرد کرنا اداء کہلاتا ہے۔

ادا کی دو اقسام ہیں: اداء کامل اور اداء قاصر

اداء کامل: اداء کامل یہ ہے کہ واجب کو اس کی تمام شرعی صفات کے ساتھ ادا کیا جائے' اسی طریقے سے ادا کیا جائے جس طریقہ سے اس کا ادا کرنا لازم قرار دیا گیا ہو اور واجب کو اسی وقت میں ادا کیا جائے جو وقت اس کے ادا کرنے کا معین ہو۔ نماز باجماعت پڑھنا اداء کامل کی مثال ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نماز باجماعت پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ثواب میں ستائیس درجے افضل ہے (۵۱)۔ ادائے کامل کا یہ حکم ہے کہ اس کے ادا کرنے سے مکلف ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جاتا ہے۔

اداء قاصر: جب کسی واجب کو شرعی صفات میں کسی کمی و نقصان کے ساتھ ادا کیا جائے تو وہ ادائے قاصر کہلاتی ہے۔ مثلاً بغیر جماعت کے تنہا نماز پڑھنا' دوران نماز رکوع اور سجدہ وغیرہ صحیح طور پر اور اطمینان سے نہ کرنا اور خریدی ہوئی چیز کو کسی نقصان کے ساتھ واپس کر دینا وغیرہ۔ ادائے قاصر کا حکم یہ ہے کہ اگر نقص کی تلافی مثل (اس جیسی چیز) سے ممکن ہو تو کر دی جائے۔ اگر مثل سے نقصان کی تلافی ممکن نہ ہو تو نقصان کا حکم ساقط ہو جائے گا۔ البتہ گناہ باقی رہے گا۔

قضاء: امر سے جو چیز واجب ہو اس کے مثل کو اس کے مستحق کے سپرد کر دینا قضاء کہلاتا ہے۔ قضاء کی دو اقسام ہیں:

قضاء کامل اور قضاء قاصر

قضاء کامل: قضاء کامل سے مراد یہ ہے کہ کسی واجب کے مثل کو صورت اور معنی دونوں طرح اس کے مستحق کے سپرد کرنا۔ مثلاً روزے کی قضاء روزے سے اور نماز کی قضاء نماز سے ہو گی۔ اگر کسی شخص نے دس کلوگرام گندم غصب کر کے ضائع کر دی تو وہ دس کلو گندم واپس کرنے کا پابند ہو گا۔

www.kitabosunnat.com

قضاء قاصر: قضاء قاصر یہ ہے کہ وہ معنی کے لحاظ سے تو واجب کے مثل ہو لیکن صورت کے لحاظ سے واجب کے مثل نہ ہو۔ مثلاً اگر کسی شخص نے دس کلوگرام گندم غصب کی اور وہ ضائع ہو گئی اور بازار سے بھی معدوم ہو گئی تو غاصب اس چیز کی قیمت بطور تاوان ادا کرنے کا پابند ہے۔ قیمت معنوی طور پر ضائع شدہ اور معدوم گندم کی مثل ہے مگر صورت کے لحاظ سے گندم کی مثل نہیں ہے۔

اگر کسی چیز کی مثل نہ صورت میں ہو اور نہ معنی میں تو اس کی قضاء واجب نہیں ہو گی۔ جیسے نماز جمعہ اور عیدین چھوٹ جائیں

۵۰۔ ارشاد الفحول ص ۱۵۹۔ نسفی' کشف الاسرار ص ۶۳۔ المستصفیٰ فی علم الاصول ص ۲۱۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۲/ ۲۶۲۔ اصول الشاشی ص ۳۸۔ نوت الاخیار ۱/ ۱۶۴۔ الوجیز فی اصول الفقہ ص ۴۷

۵۱۔ صحیح بخاری' کتاب الاذان ۱/ ۲۹۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو ان کی قضاء نہیں ہے۔ نماز جمعہ چھوٹ جائے تو اس روز ظہر کی نماز ادا کی جائے گی۔

اگر گواہان جھوٹی گواہی دے کر کسی عورت کو عدالت سے طلاق دلوادیں' طلاق کے فیصلہ کے بعد گواہان اپنی گواہی سے رجوع کر لیں تو شوہر کو اس وجہ سے جو نقصان پہنچا ہے گواہوں پر اس کا کوئی تاوان نہیں کیونکہ صوری اور معنوی طور پر اس کا کوئی مثل نہیں ہے کہ جس کو ادا کیا جائے۔ البتہ گواہان گناہ گار ہوں گے اور انہیں تعزیری سزا دی جائے گی۔

اگر کسی چیز کا صوری اور معنوی مثل نہ ہو لیکن شریعت نے کسی اور چیز کو اس کا مثل قرار دیا ہو تو اس کی قضاء شرعی مثل کے لحاظ سے واجب ہوگی۔ مثلاً اگر کوئی عمر رسیدہ شخص روزہ نہیں رکھ سکتا تو اس کے لیے روزے کی قضاء فدیہ (ایک مسکین کو کھانا کھلانا) مثل شرعی ہے۔ اسی طرح قتل خطا میں شرعی مثل دیت ہے' حالانکہ جان اور دیت میں کوئی مماثلت نہیں ہے۔

قضاء کامل پر جب تک عمل ممکن ہو کرنا چاہیے۔ اگر قضاء کامل پر عمل ممکن نہ ہو تو پھر قضاء قاصر پر عمل کیا جائے گا۔

اداء و قضاء کے دیگر احکام

۱۔ جس سبب سے اداء واجب ہوتی ہے اسی سبب سے قضاء واجب ہوتی ہے۔ یہ رائے احناف کی ہے۔ مثلاً نماز کی فرضیت مندرجہ ذیل نص قرآن سے ثابت ہوتی ہے:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ [البقرۃ ۲: ۴۳]

اور نماز قائم کرو۔

یہی نص نماز کی قضاء پر بھی دلالت کرتی ہے۔ اگر نماز فوت ہو جائے تو اس کی قضاء کے وجوب کے لیے کسی نئی نص کی ضرورت نہیں ہے امام شافعیؒ کے نزدیک قضاء کے لئے کسی جدید سبب کی ضرورت ہے۔ جس سبب سے ادا واجب ہوئی اسی سبب سے قضاء واجب نہیں ہوگی بلکہ قضاء کے لیے علیحدہ حکم درکار ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک نماز کی قضاء کی نص یہ حدیث ہے: حضرت انس بن مالکؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

من نسی صلوۃ فلیصل اذا ذکرھا(۵۲)

جو شخص کسی نماز کو بھول جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے۔

ان کا موقف ہے کہ اگر یہ حدیث نماز کی قضاء پر دلالت نہیں کرتی اور پہلا حکم (واقیموا الصلوۃ) ہی قضاء کو ثابت کرتا ہے تو پھر اس دوسرے حکم کی کیا ضرورت تھی۔

احناف کہتے ہیں کہ یہ حدیث تنبیہ کے لئے آئی ہے(۵۳)۔

۲۔ قضاء کی نیت سے ادا جائز ہے اور اداء کی نیت سے قضاء درست ہے۔ اس کی وضاحت یوں ہے کہ اگر کسی نے آج کی نماز ظہر ادا کرتے وقت کہا کہ میں آج کی ظہر کی قضا کی نیت کرتا ہو تو لفظ "آج" کے قرینہ سے یہ مراد ہو گا کہ میں آج کی نماز ظہر ادا کرنے

۵۲۔ صحیح بخاری۔ کتاب مواقیت الصلوۃ ۱/ ۲۸۲

۵۳۔ قوت الاخیار ۱/ ۱۴۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی نیت کرتا ہوں اور اگر کسی نے کہا کہ میں گزشتہ کل کی نماز ظہر ادا کرنے کی نیت کرتا ہوں تو "گزشتہ کل" کے قرینہ کی موجودگی میں مراد ہوگا کہ میں گزشتہ کل کی نماز ظہر کی قضاء کی نیت کرتا ہوں۔ اس کی دلیل قرآن مجید کی آیت ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا
مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ [الجمعہ ۶۲: ۱۰]

پس جب نماز (جمعہ) پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

یہاں قضاء ادا کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ نماز جمعہ کی قضاء نہیں ہے۔

اگر کسی نے ماہ شعبان میں رمضان کا گمان کرتے ہوئے روزے رکھے، تو یہ جائز نہیں کیونکہ یہ سبب کے پائے جانے سے قبل ادا ہے جو کہ ناجائز ہے۔ رمضان کے روزوں کا سبب ماہ رمضان کو پالینا ہے۔ لیکن اگر کسی نے ماہ شوال میں رمضان کا گمان کرتے ہوئے روزے رکھے تو جائز ہے' اس وجہ سے نہیں کہ یہ اداء کی نیت سے قضاء ہے بلکہ اس وجہ سے کہ یہ ادا کی نیت سے ادا ہے۔ اس نے اپنے گمان میں غلطی کی جو کہ قابل معافی ہے (۵۴)۔

ادا کے لئے قدرت کی شرط (۵۵): کسی فعل کے وجوب کے لیے مکلف میں قدرت و استطاعت کی شرط کا پایا جانا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا [البقرۃ ۲: ۲۸۶]

اللہ کسی جان پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔

قدرت سے مراد وہ استطاعت ہے جس کے ذریعے مکلف اس چیز کو ادا کرنے پر قادر ہوتا ہے جو اس پر لازم ہوتی ہے۔ قدرت دو طرح کی ہوتی ہے ایک قدرت حقیقی جس سے مراد اللہ تعالیٰ کی توفیق و عطا ہے۔ اور دوسری اسباب کی سلامتی و صحتِ اعضاء جسمانی۔

شارع جب انسان کو کسی فعل کا پابند کرتا ہے تو اس کا انحصار قدرت حقیقی پر نہیں' بلکہ اسباب کی سلامتی اور اعضاء جسمانی کی صحت پر ہے۔ اگر انسان پر کسی فعل کو لازم کرنے کا انحصار قدرت حقیقی پر ہوتا تو غیر مسلم جو حالت کفر پر مرا ہو، وہ ایمان لانے کا پابند ،مکلف نہ ہوتا' کیونکہ اس میں قدرتِ حقیقی نہیں پائی گئی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے ایمان کی توفیق و عطا نصیب نہیں ہوئی، حالانکہ ہر شخص ایمان لانے کا مکلف ہے۔ کسی فعل کی ادائیگی کے لئے مکلف میں جس قدرت کا پایا جانا ضروری ہے اس سے مراد وہ قدرت ہے جس کے معنی اسباب کا سلامت رہنا اور اعضاء کا صحیح ہونا ہے۔

انسان وضو پر اس وقت قادر ہوتا ہے جب پانی دستیاب ہو اور جسم کو کوئی ایسا مرض لاحق نہ ہو جو پانی کے استعمال سے بڑھ جائے۔ نماز کی اداء کے لئے قدرت یہ ہے کہ آدمی تندرست ہو' قیام نہ کر سکے تو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی قدرت رکھتا ہو اور بیٹھ نہ سکے تو

۵۴۔ نور الانوار ا/ ۱۲۸

۵۵۔ اصول السرخسی ا/ ۶۵۔ مناری۔ کشف الاسرار ا/ ۱۹۱۔ نور الانوار ا/ ۲۴۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اشارے سے نماز پڑھنا فرض ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کی قدرت یہ ہے کہ مکلف کم از کم اتنے مال کا مالک ہو جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہو اور اس پر دیگر شرائط بھی پوری ہوتی ہوں۔ روزہ کی قدرت یہ ہے کہ مکلف تندرست اور مقیم ہو، بیمار اور مسافر نہ ہو۔ حج کی قدرت یہ ہے کہ زادِ راہ میسر ہو، مکلف تندرست ہو اور راستہ پر امن ہو۔

اس لحاظ سے مکلف میں پائی جانے والی قدرت کی دو اقسام ہیں: قدرت مطلقہ اور قدرت کاملہ۔

قدرتِ مطلقہ

یہ وہ کم از کم استطاعت ہے جس کے ذریعے مکلف کسی فعل کی ادائیگی پر قادر ہوتا ہے۔ کسی بھی امر کے وجوب کے لئے مکلف میں قدرتِ مطلقہ کا پایا جانا ضروری ہے۔ مثلاً عصر کی نماز کے لیے اتنا وقت ملنا شرط ہے جس میں عصر کی چار رکعات فرض ادا کی جا سکیں۔ اگر سورج غروب ہونے سے قبل آخری وقت میں کوئی نابالغ بالغ ہو جائے یا حائضہ عورت حیض سے پاک ہو جائے یا مجنون عاقل ہو جائے یا غیر مسلم مسلمان ہو جائے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان پر عصر کی نماز استحساناً لازم ہو جائے گی۔ اگر یہ لوگ تین رکعات نماز پڑھنے پر قادر ہو گئے ہوں تو نماز ادا کریں گے، ورنہ اس کی قضاء لازم ہو گی کیونکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کسی فعل کی ادا کے واجب ہونے کے لئے قدرت کے پائے جانے کا احتمال کافی ہے، قدرت کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔

امام شافعیؒ اور فقہائے احناف میں سے امام زفرؒ جو امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں، کے نزدیک اگر بقیہ آخری وقت میں ان لوگوں کے لئے فرض ادا کرنا ممکن نہ ہو تو ان پر نماز کی ادا لازم نہیں ہو گی کیونکہ وہ قدرت مطلقہ نہیں رکھتے۔

قدرت کاملہ

یہ وہ استطاعت ہے جس میں مکلف کا فعل کو ادا کرنا آسان ہو تا ہے۔ جب تک یہ آسانی رہے گی واجب بھی باقی رہے گا۔ جب قدرت کاملہ ختم ہو جائے تو واجب بھی ساقط ہو جائے گا۔ مثلاً تمام عباداتِ مالیہ میں قدرت کاملہ یعنی آسانی کا ہونا شرط ہے۔ زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہے جو ایک سال تک مطلوبہ مقدار میں مال کا مالک رہا ہو۔ سال پورا ہونے پر اگر پورا مال ضائع اور تباہ ہو جائے تو احناف کے نزدیک زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے۔ اگر مال نصاب ضائع ہو جانے کے باوجود مکلف پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب قرار دے دیا جائے تو یہ مکلف پر ایک طرح کا تاوان ہو گا اور بغیر قدرت کے زکوٰۃ واجب کرنا لازم آئے گا۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ اس صورت میں زکوٰۃ ساقط نہیں ہو گی کیونکہ پورا نصاب ضائع ہو جانے کے باوجود یہ شخص قدرت ممکنہ کے سبب سے زکوٰۃ ادا کرنے پر قادر ہے، اس نے اس پر زکوٰۃ واجب رہے گی۔ لیکن اگر سال سے پہلے مال ضائع ہو جائے تو پھر بالاتفاق زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی بلکہ ساقط ہو جائے گی۔ اگر مکلف پورا مال خود ضائع کر دے تو پھر بالاتفاق اس سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہو گی کیونکہ اس شخص نے سارا مال ضائع کر کے مستحقین زکوٰۃ کی حق تلفی کی ہے، اس لئے سزا کے طور پر اس شخص پر زکوٰۃ واجب رکھی جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امر کے دیگر احکام

۱۔ کسی چیز کا حکم دینے کا حکم دینا کیا اس چیز کا حکم کہلائے گا یا نہیں ؟

جمہور علمائے اصول کے نزدیک ایسا حکم اس چیز کا حکم نہیں کہلائے گا (۵۶)۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کسی چیز کا حکم دینے کا حکم دینا امر نہیں ہے جب تک کوئی دلیل اس پر دلالت نہ کرے۔

مثال: اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت مسلمہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم مندرجہ ذیل آیت میں دیا:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا [التوبہ ۹: ۱۰۳]

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم ان کے اموال میں سے صدقہ
لے کر انہیں پاک کریں اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھائیں۔

اس آیت میں مجرد امر کا صیغہ "خذ" (تم وصول کرو) امت پر زکوٰۃ ادا کرنے کے وجوب پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے اموال سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا گیا ہے، مسلمانوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم نہیں ہے۔ لیکن امت پر زکوٰۃ کی فرضیت کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت واجب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب گورنر بنا کر یمن بھیجا تو انہیں فرمایا کہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے اموال میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے محتاجوں کو دی جائے گی (۵۷)۔

۲۔ کسی امر کا وجوب منسوخ ہو جائے تو کیا اس کا جواز باقی رہے گا ؟

اس مسئلہ میں احناف اور شوافع کی آراء مندرجہ ذیل ہیں (۵۸):

احناف کہتے ہیں کہ وجوب کے ساتھ جواز (جائز ہونا) بھی منسوخ ہو جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خطا اور معصیت کا ارتکاب کرنے والے اعضائے جسمانی کو قطع کرنا اور کپڑے کو پاک کرنے کے لئے نجاست لگے حصے کو کاٹنا بنی اسرائیل کی امت پر فرض تھا لیکن یہ فرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے منسوخ ہو گیا اور ساتھ ہی اس کا جواز بھی منسوخ ہو گیا۔ اب معصیت اور غلطی کرنے والے اعضائے جسمانی کو بطور سزا کاٹنا فرض ہے اور نہ جائز۔ اسی طرح ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کے لئے نجاست والے حصے کو کاٹنا اب نہ تو فرض ہے اور نہ جائز ہے۔

شافعیہ کے نزدیک وجوب منسوخ ہو جانے کے بعد جواز باقی رہتا ہے۔ عاشورہ کا روزہ ابتداء میں امت مسلمہ پر فرض تھا۔ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد عاشورہ کے روزہ کی فرضیت منسوخ ہو گئی مگر اس کا جواز باقی ہے۔ اب عاشورہ کا روزہ نہ صرف

۵۶۔ ارشاد الفحول ص ۱۶۱۔ المستصفی فی علم الاصول ص ۲۱۶
۵۷۔ صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۵۲۴
۵۸۔ قوت الاخیار ۱/ ۲۶۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائز بلکہ مستحب ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وجوب منسوخ ہو جانے کے بعد جواز باقی رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودیوں کو عاشورہ (دس محرم) کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ روزہ کیسا ہے؟ تو لوگوں نے کہا: اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں سے نجات دلائی تھی، اس لئے حضرت موسیٰؑ نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس دن روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا (۵۹)۔

20781

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو جس کا جی چاہتا عاشورہ کا روزہ رکھتا اور جس کی طبیعت چاہتی، وہ روزہ نہ رکھتا (۶۰)۔

۳۔ کیا امر اپنی ضد کی نہی چاہتا ہے؟ (۶۱)

کیا امر اپنی ضد کی نہی چاہتا ہے؟ یعنی یہ امر کہ "کتاب پڑھو" اپنی ضد "کتاب مت پڑھو" کی نہی (ممانعت) ثابت کرتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ امر اپنی ضد کی نہی چاہتا ہے۔ بعض کی یہ رائے ہے کہ امر کی ضد کے لئے کوئی حکم نہیں ہے کیونکہ امر کی ضد کے بارے میں خاموشی ہے اور خاموشی کسی چیز کو واجب نہیں کرتی۔ شمس الائمہ سرخسیؒ حنفی نے کہا ہے کہ امر اپنی ضد کی کراہت چاہتا ہے۔

۴۔ نہی کے بعد امر کا آنا (۶۲)

کسی فعل کی ممانعت کے بعد اس کے کرنے کا حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے یا اباحت پر، اس بارے میں فقہی آراء درج ذیل ہیں:

احناف کہتے ہیں کہ کسی فعل کی ممانعت کے بعد اس کے کرنے کا حکم وجوب کو ثابت کرتا ہے۔ یہ امر ایک نیا حکم ہوگا اس کا سابقہ نہی والے حکم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امر وجوب کے لئے ہوتا ہے خواہ یہ امر نہی سے پہلے آیا ہو یا اس کے بعد۔ قرائن کے بغیر امر وجوب پر دلالت کرتا ہے اور وجوب ہی اصل ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ [التوبہ ۹: ۵]

پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں تم انہیں پاؤ۔

۵۹۔ صحیح بخاری، کتاب الصیام ۱/ ۷۰۴

۶۰۔ حوالہ بالا ۱/ ۷۰۴

۶۱۔ اصول السرخسی ۱/ ۹۴

۶۲۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۲/ ۲۶۰۔ تفسیر النصوص فی الفقہ الاسلامی ص ۸۶۲۔ الوجیز فی اصول الفقہ ص ۳۶۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مندرجہ بالا آیت میں نہی کے بعد امر آیا ہے۔ حرمت والے مہینوں (ذی القعدہ، ذی الحج، محرم، رجب) میں مشرکین کو مہلت دی گئی تھی اور ان سے لڑنے کی ممانعت کی گئی تھی۔ ان مہینوں کے گزرنے کے بعد پھر ان مشرکین سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ نہی کے بعد امر کا آنا وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

ایک رائے یہ ہے کہ کسی فعل کی ممانعت کے بعد اس کو کرنے کا حکم سابقہ ممانعت کو ختم کر دیتا ہے اور اس فعل کا وہی حکم ہو گا جو ممانعت سے پہلے تھا۔ اگر ممانعت سے پہلے اس فعل کے وجوب کا حکم تھا تو امر وجوب کا تقاضا کرے گا، اگر ممانعت سے پہلے وہ فعل مباح تھا تو ممانعت کے بعد آنے والا حکم اباحت ثابت کرے گا اور اگر ممانعت سے قبل فعل کا حکم استحباب کا تھا تو ممانعت کے بعد امر اس فعل کو مستحب قرار دے گا۔ یہ رائے ایک حنفی فقیہ کمال الدین ابن الھمام" کی ہے۔

شوافع کے نزدیک کسی فعل کی نہی کے بعد اس کے کرنے کا حکم اباحت چاہتا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ میں عام طور پر تحریم اور ممانعت کے بعد جو امر آیا ہے وہ اباحت کے لئے استعمال ہوا ہے۔

مثلاً قرآن مجید میں ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ [الجمعہ ۶۲: ۹، ۱۰]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

مندرجہ بالا آیات میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے خرید و فروخت کی نہی آئی ہے۔ نماز جمعہ ادا ہونے کے بعد خرید و فروخت کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں نہی کے بعد امر کا آنا اباحت پر دلالت کرتا ہے۔ خرید و فروخت کرنا مباح ہے، واجب نہیں۔

ایک اور آیت میں ہے:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ [البقرۃ ۲: ۲۲۲]

حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔

مندرجہ بالا آیت یہ بتاتی ہے کہ حیض کے دنوں میں بیوی کے پاس جانے کی نہی وارد ہوئی ہے لیکن جب بیوی حیض سے پاک ہو جائے تو پھر اس کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ نہی کے بعد امر کا آنا ہے۔ بیوی کے پاس جانا مباح ہے، واجب نہیں ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعض کی رائے ہے کہ نہی کے بعد امر آئے تو توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ دلائل اس کی وضاحت کر دیں۔ دلائل وجوب، اباحت یا استحباب میں سے جس پر دلالت کریں اسے اختیار کیا جائے گا۔ یہ رائے بعض علمائے اصول فقہ مثلاً علامہ جوینیؒ (م ۴۷۸ھ) امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) اور علامہ آمدیؒ (م ۶۳۱ھ) وغیرہ کی ہے۔

۵۔ جس کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہو وہ بھی واجب ہے؟ (۶۳)

امر کا صیغہ کسی فعل کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اس فعل کا کرنا اگر کسی اور فعل پر موقوف ہو تو اس کو وجود میں لانا بھی واجب ہے بشرطیکہ ایسا کرنا مکلف کی طاقت وقدرت میں ہو اور اس کو کرنے کے لیے کوئی شرعی امر موجود نہ ہو، جیسے نماز کے لئے وضو کا واجب ہونا شرعی امر کے تحت ہے۔ اس طرح جو چیز خود واجب نہیں ہوتی وہ بھی واجب کا مقدمہ ہونے کی حیثیت سے واجب بن جائے گی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ [الانفال ۸ : ۶۰]

اور تم لوگ، جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے ہوئے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے مہیا رکھو تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے دشمنوں کو خوف زدہ کردو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔

اس آیت کی رو سے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے دشمنوں کے مقابلے میں تیار رہنا واجب ہے۔ اس واجب کی تکمیل کے لئے جدید ترین ساز وسامان سے لیس ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا جدید اسلحہ، ایٹمی توانائی، معاشی خود کفالت، سائنسی ترقی اور دیگر علوم وفنون میں مہارت کا حصول امت مسلمہ پر واجب ہے۔

نہی (۶۴)

تعریف: یہ بھی خاص کی ایک قسم ہے۔ نہی ایسا لفظ ہے جو معنی معلوم یعنی ممانعت اور تحریم کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ امر کی ضد نہی ہے۔ لغوی طور پر نہی کے معنی "منع کرنے" کے ہیں۔ کسی شخص کا خود کو برتر سمجھتے ہوئے اور ایسا صیغہ استعمال کرتے ہوئے جو ممانعت پر دلالت کرے، دوسرے شخص سے ترکِ فعل (OMISSION) کا مطالبہ کرنا نہی کہلاتا ہے۔

۶۳۔ المستصفیٰ فی علم الاصول ص ۵۷

۶۴۔ اصول السرخسی ۱/۷۸۔ نسفی، کشف الاسرار ص ۱۴۰۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۲/۲۷۴۔ ارشاد الفحول ص ۱۶۵۔ اللمع فی اصول الفقہ ص ۲۴۔ قوت الاخیار ۱/۲۱۵۔ تفسیر النصوص فی الفقہ الاسلامی ۷۸۷۔ بخاری، کشف الاسرار ۱/۲۰۶۔ الوجیز فی اصول الفقہ ص ۲۷۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہی کے صیغے

۱۔ نہی کا مشہور صیغہ لَا تَفعَل ہے یعنی "تو مت کر"۔ مثلاً قرآن مجید کی آیت ہے:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ إِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ أَشُدَّهٗ [الانعام ۶: ۱۵۲]

اور یہ کہ یتیم کے مال کے قریب مت جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہت ہی پسندیدہ ہو، یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد کو پہنچ جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ [الحجرات ۴۹: ۲]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس آیت پر عمل کی صورت یہ ہو گی کہ یہ ادب ہر اس موقع پر ملحوظ خاطر رکھا جائے جہاں آپ کا ذکر مبارک ہو رہا ہو مثلاً احادیث بیان کی جا رہی ہوں یا سیرت مبارکہ کا تذکرہ وغیرہ ہو یا نعت پڑھی جا رہی ہو۔

۲۔ یہ کہنا کہ فلاں کام حلال یا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوْا مِمَّآ آتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا [البقرۃ ۲: ۲۲۹]

اور تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم جو کچھ انہیں (مطلقہ عورتوں کو) دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو۔

۳۔ خبر کے صیغہ سے فعل کی ممانعت بتلانا۔ مثلاً ایک آیت قرآنی ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْأَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ [المائدۃ ۵: ۳]

تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، سور کا گوشت، وہ جانور جو اللہ کے نام کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، وہ جو گلا گھٹ کر یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو، یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو، سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا۔ اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو۔ نیز یہ بھی تم پر حرام کیا گیا ہے کہ تم پانسوں کے ذریعے اپنی قسمت معلوم کرو۔ یہ سب افعال بدکاری و نافرمانی ہیں۔

۴۔ امر کے صیغہ سے نہی بتلانا:

وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ [البقرۃ ۲: ۲۷۸]

اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم واقعی ایمان لائے ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صیغہ نہی کے معنی

نہی کا صیغہ متعدد معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جمہور علمائے اصول کے نزدیک نہی کا حقیقی معنی ممانعت اور تحریم ہے۔ یہ دیگر معانی میں مجازاً استعمال ہوتا ہے۔ نہی کا صیغہ تحریم کے علاوہ کسی اور معنی میں اس وقت استعمال ہوگا جب اس کا کوئی قرینہ پایا جائے۔ نہی کا صیغہ جن متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے ان میں سے مشہور مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تحریم: وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ [البقرۃ۲:۲۲۱]

اور تم مشرک عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرنا جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔

۲۔ کراہت: حضرت ابو قتادہ حارث بن ربعیؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا بال احدکم فلا یاخذن ذکرہ بیمینہ (۶۵)

تم میں سے جب کوئی پیشاب کرے تو اپنے عضو خاص کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے۔

۳۔ دعا: رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا [البقرۃ۲:۲۸۶]

اے ہمارے رب ہم سے بھول چوک میں جو قصور ہو جائیں ان پر ہماری گرفت نہ کر۔

۴۔ مایوسی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ [التحریم۶۶:۷]

اے کافرو! آج معذرتیں پیش نہ کرو۔

۵۔ ارشاد: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ [المائدۃ۵:۱۰۱]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں۔

۶۔ تحقیر: لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ [الحجر۱۵:۸۸]

تم اس متاع دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھو جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو دے رکھی ہے۔

۷۔ تسویہ (برابری): فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ [الطور۵۲:۱۶]

تم خواہ صبر کرو یا نہ کرو، تمہارے لیے یکساں ہے۔

۸۔ بیان عاقبت وانجام: وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ [ابراہیم۱۴:۴۲]

یہ ظالم لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ کو تم اس سے غافل نہ سمجھو۔

۹۔ شفقت: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تتخذوا الدواب کراسی (۶۶)

۶۵۔ صحیح بخاری، کتاب الوضو ۱/۱۳۹

۶۶۔ بخاری، کشف الاسرار ۱/۲۵۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوپایوں کو تخت مت بناؤ۔

نہی کی اقسام (۶۷)

نہی کی دو اقسام ہیں، افعال حسیّہ کی نہی اور افعال شرعیہ کی نہی۔

افعال حسیّہ کی نہی : مثلاً قتل کرنا، شراب نوشی، جھوٹ بولنا اور ظلم کرنا وغیرہ سے متعلق نہی۔ یہ وہ افعال ہیں جنہیں ہر شخص محسوس کر لیتا ہے، خواہ وہ ان افعال کے بارے میں شرعی احکام کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ شریعت نازل ہونے سے پہلے بھی یہ افعال انسانی معاشرے میں منع اور قابل مذمت تھے۔ ان افعال کے جو معانی نزول شریعت سے پہلے تھے وہ اس کے نزول کے بعد بھی اپنے حال پر قائم رہتے ہیں، شریعت کی وجہ سے ان میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

افعال حسیّہ کی نہی کا حکم یہ ہے کہ منہی عنہ (جس چیز سے منع کیا گیا ہو) عین وہی چیز ہو جس کے بارے میں نہی آئی ہے۔ ایسا فعل اپنی ذات میں قبیح ہوگا اور اس پر عمل کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہوگا، اسے قبیح لِذَاتِہٖ کہتے ہیں۔ افعال حسیّہ پر نہی آنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ افعال اپنی ذات میں قبیح ہیں۔ ایسا منہی عنہ مکمل طور پر قبیح ہو یا جزوی طور پر، دونوں کا حکم ایک جیسا ہے۔

افعال شرعیہ کی نہی : مثلاً عید کے دن روزہ رکھنے، جب سورج سر کے بالکل اوپر ہو، نماز پڑھنے اور روپیہ کے عوض روپیہ بیچنے (جیسے ایک سو روپے کے نئے نوٹ ایک سو دس روپے کے پرانے نوٹوں کے عوض بیچنا) وغیرہ کی نہی۔ ان افعال کا قبیح ہونا شریعت نے بتادیا ہے۔

افعال شرعیہ کی نہی کا حکم یہ ہے کہ منہی عنہ اس چیز کے علاوہ ہو جس کے بارے نہی آئی ہے۔ منہی عنہ کی ذات کے بارے میں نہی وارد نہ ہوئی ہو بلکہ نہی کا تعلق دوسری شے سے ہو، اسے قبیح لِغَیْرِہٖ کہتے ہیں۔ ایسے منہی عنہ کی اپنی ذات میں کوئی برائی نہیں ہوتی بلکہ "غیر" کی وجہ سے وہ قبیح ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں فعل اپنی ذات میں شرعاً صحیح ہوگا لیکن "غیر" کی وجہ سے یہ شرعاً قبیح اور باطل ہو جائے گا۔

www.kitabosunnat.com

منہی عنہ کی اقسام

منہی عنہ (جس چیز سے منع کیا گیا ہو) کی ذات میں قباحت کے لحاظ سے دو اقسام ہیں: قبیح لِذَاتِہٖ اور قبیح لِغَیْرِہٖ۔

قبیح لِذَاتِہٖ : یہ وہ منہی عنہ ہے جو اپنے ذات میں قبیح ہو اور عین اسی کے بارے میں نہی آئی ہو۔ قبیح لذاتہ کی دو اقسام ہیں:

۱۔ قبیح وضعی : جس کی قباحت شریعت کے علاوہ عقل سے بھی معلوم ہو سکے، خواہ اس کے بارے میں شرعی حکم آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ جیسے کفر یعنی منعم (انعام کرنے والی ذات یعنی اللہ تعالیٰ) کی ناشکری کو عقل سلیم بھی قبیح قرار دیتی ہے اس لیے کفر کی ممانعت

۶۷۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۲/۲۷۴۔ اصول السرخسی ۱/۸۰۔ عاری، کشف الاسرار ۱/۲۵۷۔ قوت الاخیار ۱/۳۲۹۔ تفسیر النصوص فی الفقہ الاسلامی ص ۸۸۵۔ الوجیز فی اصول الفقہ ص ۲۸۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی گئی ہے۔

۲۔ قبیح شرعی: جس کا قبیح ہونا عقل سے نہیں بلکہ شرعی حکم ہی سے معلوم ہو سکے۔ اگر شرعی حکم کا لحاظ نہ رکھا جائے تو عقل اس فعل کو جائز سمجھتی ہے۔ جیسے وضو کے بغیر نماز پڑھنا قبیح شرعی ہے حالانکہ نماز بذات خود حسن ہے لیکن شریعت نے ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھنے کے بارے میں نہی وارد کی ہے۔

قبیح لِغَیرِہٖ: یہ وہ منہی عنہ ہے جو "غیر" کی وجہ سے قبیح ہو جائے اور منہی کا حکم منہی عنہ کی ذات پر وارد نہ ہوا ہو بلکہ نہی کا تعلق دوسری شے سے ہو۔

قبیح لغیرہ کی بھی دو اقسام ہیں:

۱۔ قبیح وصفی: یہ وہ منہی عنہ ہے جو کسی خاص وصف کی وجہ سے قبیح ہو گیا ہو اور وہ وصف منہی عنہ کے لئے ایسا لازم ہو کہ اس سے کبھی جدا نہ ہو سکے۔ مثلاً عید کے دن روزہ رکھنے کی نہی۔ روزہ اپنی ذات کے اعتبار سے حسن ہے لیکن عید کا دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے میزبانی کا دن ہے۔ اس دن روزہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی میزبانی وضیافت سے روگردانی کرنا ہے۔ اس وجہ سے اس روزے میں قباحت پیدا ہو گئی اور عید کے دن روزہ رکھنے کی نہی وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابو سعید الخدریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے(۶۸)۔

۲۔ قبیح جواری: یہ وہ منہی عنہ ہے جس میں کسی "غیر" کے جوار یعنی متعلق ہونے کی وجہ سے قباحت پیدا ہو گئی ہو۔ وہ "غیر" منہی عنہ کے لیے لازم نہ ہو بلکہ کبھی اس کے ساتھ ہو اور کبھی جدا ہو جاتا ہو۔ اس کی مثال نماز جمعہ کے لئے اذان دیئے جانے کے بعد خرید و فروخت جاری رکھنا ہے۔ خرید و فروخت بذات خود جائز فعل ہے لیکن "غیر" کی وجہ سے اس میں قباحت پیدا ہو گئی ہے اور وہ نماز جمعہ کے لئے سعی کرنا یعنی جانا اور خرید و فروخت ترک کر دینا ہے۔ اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت جاری رکھنے سے نماز جمعہ کے لئے سعی ترک ہوتی ہے جو منع ہے اس لئے یہ خرید و فروخت بھی منع ہے۔

لیکن ایسی خرید و فروخت میں قباحت کا یہ وصف ہمیشہ نہیں رہتا بلکہ بعض اوقات جدا بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً بائع (بیچنے والا) اور مشتری (خریدار) دونوں نماز جمعہ کے لئے جاتے ہوئے دوران سفر آپس میں کوئی معاملہ کر لیں تو یہ جائز ہو گا کیونکہ ایسی خرید و فروخت نماز جمعہ کے لئے کی جانے والی "سعی" میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔

افعال شرعیہ پر مطلق نہی کا اثر(۶۹)

عبادات اور معاملات کے بہت سے افعال کے بارے میں بعض حالات میں شارع کی جانب سے مطلق نہی آئی ہے جو عقلی طور

۶۸۔ صحیح بخاری، کتاب الصیام ۱/۷۰۶

۶۹۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۲/۲۷۶۔ اصول السرخسی ۱/۸۰۔ نسفی، کشف الاسرار ص ۱۳۱۔ تفسیر النصوص فی الفقہ الاسلامی ص ۸۸۴۔ ارشاد الفحول ص ۱۶۶۔ قوت الاخیار ۱/۳۲۹۔ الوجیز فی اصول الفقہ ص ۲۸۴۔ المستصفی علم الاصول ص ۲۲۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر جائز ہیں۔ مثلاً عید کے دن روزہ، مکروہ اوقات میں نماز اور محرمات (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) سے نکاح کی نہی۔ اس نہی کے آجانے کے بعد ان افعال کی مشروعیت (LEGALITY) باقی رہے گی یا نہیں، اس بارے میں علماء اصول فقہ میں اختلاف ہے:

احناف: حنفی اصولیین کے نزدیک افعال شرعیہ پر مطلق یعنی کسی قرینہ اور دلیل کے بغیر پائی جانے والی نہی قبیح لغیرہ کا تقاضا کرتی ہے۔ مطلق نہی فعل منہی عنہ یعنی جس فعل سے منع کیا گیا ہے اس کو باطل قرار دینے کا تقاضا نہیں کرتی۔ جس فعل پر نہی آئی ہے وہ اپنی ذات کے اعتبار سے مشروع اور جائز ہے لیکن کسی وصف کی وجہ سے وہ فعل غیر مشروع، ناجائز اور قبیح ہو گیا ہے۔ نہی وصف کے ساتھ تعلق رکھتی ہے، یہ اصل سے متعلق نہیں ہوتی۔ کسی چیز کے وصف میں قبح و برائی اس چیز کی اصل کو ختم نہیں کرتی۔

جمہور: جمہور یعنی مالکی، شافعی اور حنبلی اصولیین کی رائے ہے کہ کسی قرینہ اور دلیل کے بغیر آنے والی نہی قبیح لذاتہ کا تقاضا کرتی ہے۔ یعنی فعل منہی عنہ اپنی ذات ہی میں غیر مشروع، ناجائز اور قبیح ہے اور فعل منہی عنہ شرعی اور لغوی طور پر باطل ہے۔

امام غزالیؒ جو شافعی فقہی مکتب سے تعلق رکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ عبادات سے متعلق افعال کی نہی سے وہ افعال باطل ہو جاتے ہیں لیکن معاملات پر نہی وارد ہونے سے معاملات اپنی ذات کے اعتبار سے باطل نہیں ہوتے۔

فریقین کے دلائل: جمہور کے موقف کی حمایت میں امام شافعیؒ یہ دلیل دیتے ہیں کہ مطلق نہی قبح و برائی کا تقاضا کرتی ہے خواہ وہ نہی افعال حسیہ پر آئے یا افعالِ شرعیہ پر ہو۔ مطلق نہی قبح کا کمال چاہتی ہے اور کمال کا تقاضا یہ ہے کہ قبح فعل منہی عنہ کی ذات میں ثابت ہو جو قبیح لذاتہ ہے۔ نہی امر کی ضد ہے۔ مطلق امر فعل مامور بہ (جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہو) کی مشروعیت اور جواز چاہتا ہے، لہٰذا مطلق نہی اس کی ضد کا تقاضا کرتی ہے اور اس کی ضد فعل منہی عنہ کی غیر مشروعیت اور عدم جواز ہے۔

امام شافعیؒ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ افعالِ شرعیہ پر وارد نہی کو افعالِ حسیہ کی نہی پر قیاس کیا جائے گا۔ افعالِ حسیہ کی نہی قبیح لذاتہ ہے لہٰذا افعال شرعیہ کی نہی بھی قبیح لذاتہ ہی ہو گی۔ ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ فعل منہی عنہ معصیت اور گناہ ہوتا ہے۔ جو فعل گناہ ہو وہ مشروع اور جائز نہیں ہو سکتا، نہ اپنی اصل کے اعتبار سے اور نہ اپنے وصف کے لحاظ سے۔ جو فعل منہی عنہ غیر مشروع اور حرام ہو وہ قبیح لذاتہ ہو گا۔

احناف یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر افعالِ شرعیہ پر آنے والی نہی سے فعل منہی عنہ میں قبح لذاتہ ثابت ہو جائے تو نہی نفی بن جائے گی اور فعل پر مکلف (جس کو کام کا ذمہ دار بنایا گیا ہو) کا اختیار باطل ہو جائے گا۔ نہی کی صورت میں فعل کا نہ ہونا اور اسے نہ کرنا مکلف کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اسے کرنے سے رک جانے پر وہ ثواب کا مستحق ہو گا اور کرنے پر وہ مستوجب سزا ہو گا۔ نفی کی صورت میں فعل کے نہ ہونے اور نہ کرنے میں مکلف کو کوئی اختیار نہیں ہوتا، اس لئے ترکِ فعل پر اسے کوئی ثواب نہیں ملتا۔ شریعت نے ثواب و سزا ان افعال پر رکھے ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے کا مکلف کو اختیار ہو۔ جن افعال میں مکلف مختار نہ ہو ان میں ثواب و سزا بھی نہیں ہے۔ ایک ایسا فعل جو بندے کے اختیار میں ہی نہیں ہے، اس فعل سے نہی ایک بے کار بات ہو گی۔ مثلاً برتن میں پانی موجود نہ ہو اور کسی شخص سے کہا جائے کہ "تو پانی مت پی"۔ یہ نہی نہیں بلکہ نفی ہے کیونکہ پانی معدوم ہے اور اسے پینا بندے کے اختیار میں نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ لیکن برتن میں پانی موجود ہو اور اس شخص سے کہا جائے "تو پانی مت پی" یہ نہی ہوگی۔ اسی طرح ایک نابینا آدمی سے کہا جائے "تو مت دیکھ" تو یہ نفی ہوگی لیکن یہی حکم بینا آدمی کے لئے نہی ہوگا۔

نفی میں کسی فعل کا وجود شرعی اعتبار سے باقی نہیں رہتا' جب کہ نہی میں کسی فعل کے کرنے کے بارے میں مکلف کا اختیار ختم کیا جاتا ہے۔ افعال و تصرفاتِ شرعیہ سے نہی کی صحت کے لیے یہ ضروری ہے کہ فعل منہی عنہ اس وقت مشروع اور جائز ہو جب نہی کا حکم دیا جائے۔ نہی سے مکلف کو اس فعل کے کرنے سے روک دیا جاتا ہے جو نہی وارد ہونے سے قبل جائز اور مشروع ہو۔ لہذا فعل منہی عنہ اسی طرح جائز اور مشروع باقی رہتا ہے جیسا کہ نہی سے قبل ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام جب جنت میں تھے تو اللہ تعالی نے انہیں فرمایا تھا:

وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ [البقرۃ ۲: ۳۵]

اور تم اس درخت کے قریب مت جانا۔

درخت کے قریب جانے کا فعل نہی وارد ہونے سے پہلے مشروع تھا جو نہی کی وجہ سے غیر مشروع ہو گیا۔ درخت کے قریب جانے کے فعل کے بغیر نہی کا تصور ناممکن تھا۔

افعالِ شرعیہ کی نہی سے ان کی مشروعیت میں فقہی اختلاف کا اثر

افعالِ شرعیہ کی نہی سے ان کی مشروعیت کے بارے میں فقہی اختلاف کا اثر مسائل پر بھی پڑا ہے:

۱۔ عید کے دن روزہ رکھنا اپنی اصل یعنی روزہ ہونے کے اعتبار سے جائز ہے اور وصف کے اعتبار سے یعنی ضیافتِ خداوندی سے انحراف کی وجہ سے ناجائز اور غیر مشروع ہے اور اس کی اداء احرام ہے۔

احناف کے نزدیک عید کا روزہ قبیح لغیرہ ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک عید کا روزہ حرام ہے۔ اگر کسی نے عید کے دن روزہ رکھ لیا تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اس کو توڑنا واجب ہوگا۔ اس روزے کی کوئی قضا نہیں ہے۔ عید کے دن کا روزہ احناف کے نزدیک فاسد اور جمہور کے نزدیک باطل ہے۔ اگر کسی نے عید کے دن روزہ رکھنے کی نذر کی تو احناف کے نزدیک نذر صحیح ہوگی لیکن وہ شخص عید کے دن روزہ نہ رکھے بلکہ کسی اور دن نذر کا روزہ رکھے۔ امام شافعیؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک یہ نذر صحیح نہیں ہے۔

۲۔ احناف کے نزدیک حرمتِ مصاہرت (دامادی رشتہ کے ذریعے قائم ہونے والی حرمت) جس طرح نکاح سے ثابت ہوتی ہے اسی طرح زنا سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حرمتِ مصاہرت کا اصل سبب بچہ ہے نہ کہ زنا۔ بچے کی ذات میں کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ فعل زنا گناہ اور حرام ہے اور یہ ہی منہی عنہ ہے۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ زنا سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ زنا قبیح لذاتہ اور حرام ہے۔ حرمتِ مصاہرت ایک نعمت اور جائز کام ہے لہذا زنا حرمتِ مصاہرت کا سبب نہیں ہو سکتا۔

۳۔ احناف کے نزدیک دوران سفر نماز قصر کرنے (چار رکعت فرض کی جائے دو رکعتیں ادا کرنے) کی اجازت فرمانبردار اور نافرمان دونوں مسافروں کے لیے یکساں ہے۔ سفر اپنی ذات میں قبیح نہیں ہے بلکہ قبیح وہ گناہ ہے جس کی خاطر سفر کیا جائے۔ نماز قصر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا سبب سفر ہے گناہ نہیں ہے۔لہذا ایک جائز فعل (سفر) دوسرے جائز فعل (نماز کا قصر کرنا) کا سبب بنا ہے۔
امام شافعیؒ کا فتویٰ ہے کہ گناہ کے ارادہ سے سفر کرنا نماز قصر کرنے کا سبب نہیں ہو گا اس لئے کہ گناہ کا سفر حرام ہے۔ دوران سفر نماز قصر کرنا شریعت نے جائز قرار دیا ہے۔ایک حرام فعل کسی جائز فعل کا سبب نہیں بن سکتا۔

افعالِ شرعیہ پر نہی کا قرینہ کے ساتھ آنا

اگر فعل منہی عنہ پر نہی کسی قرینہ اور دلیل کے ساتھ آئے تو اس کی تین حالتیں ہوں گی :

۱۔ کسی عمل کی اس کی ذات اور حقیقت کے حوالے سے نہی، مثلاً قرآن مجید میں ہے :

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ [المائدہ۵ : ۳]

حرام کیا گیا ہے تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت۔

یہ نہی بالاتفاق فعلِ منہی عنہ کو باطل کرتی ہے۔اگر کوئی شخص یہ فعل کرے گا تو اس فعل پر کوئی شرعی اثر مرتب نہیں ہو گا۔ مردار، خون اور سور کے گوشت کا ہر معاملہ مثلاً ان کی خرید و فروخت وغیرہ باطل ہو گی اور ایسے معاملے میں ملکیت ثابت نہیں ہو گی۔

۲۔ دوسری حالت یہ ہے کہ کسی ایسے وصف کی بنا پر فعل سے نہی جو وصف اس فعل کے ساتھ ہو لیکن اس کے لیے لازم نہ ہو بلکہ کبھی اس سے جدا بھی ہو جاتا ہو۔ مثلاً چوری کیے ہوئے لباس میں نماز پڑھنے سے نہی، غصب کی ہوئی زمین پر نماز پڑھنے سے نہی، جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت سے نہی وغیرہ۔ جمہور کے نزدیک اس صورت میں فعل منہی عنہ باطل نہیں ہو گا، اس کی شرعی صحت برقرار رہے گی البتہ فاعل گناہ گار ہو گا۔ غصب کی ہوئی زمین پر نماز ادا ہو جائے گی لیکن غاصب کو غصب کے سبب گناہ ہو گا۔ مسروقہ لباس میں نماز ہو جائے گی لیکن چور کو چوری کا گناہ ہو گا۔

۳۔ تیسری حالت یہ ہے کہ کسی ایسے وصف کی بنا پر فعل سے نہی جو فعل منہی عنہ کے لئے لازم ہو اور اس سے جدا نہ ہو' جیسے عید کے دن روزہ کی نہی۔ احناف کے نزدیک وصف باطل ہو گا جب کہ فعل منہی عنہ فاسد ہو گا۔ فعل منہی عنہ اپنی مشروعیت پر باقی رہے گا۔ احناف نہی کے سبب کو دیکھتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک فعل منہی عنہ اپنی اصل اور وصف دونوں کے اعتبار سے باطل ہو گا۔ جمہور نہی کے سبب کا لحاظ نہیں رکھتے۔

کیا نہی اپنی ضد کا امر چاہتی ہے(۷۰)

کیا نہی اپنی ضد کا امر چاہتی ہے ؟ یعنی یہ نہی کہ "حرکت مت کرو" اپنی ضد "ساکن ہو جاؤ" کا امر ثابت کرتی ہے یا نہیں' اس بارے میں دو آراء ہیں :

۱۔ نہی کی ضد کا کوئی حکم نہیں ہے کیونکہ اس کے بارے میں خاموشی ہے۔

۲۔ علامہ سرخسیؒ نے علامہ جصاصؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر نہی کی ضد ایک ہو تو ضد واجب ہو گی اور اگر زیادہ اضداد ہوں تو پھر نہی کی ضد واجب نہیں ہو گی۔

۷۰۔ اصول السرخسی ۱/۹۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں ہے :

وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ [البقرۃ ۲ : ۲۲۸]

اور ان (مطلقہ عورتوں) کے لئے جائز نہیں ہے کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو کچھ خلق فرمایا ہو' اسے چھپائیں۔

اس آیت میں حمل کو چھپانے کی نہی ہے جو اس امر کو واجب کرتی ہے کہ حمل ظاہر کیا جائے۔

- قرینہ کے بغیر اور مطلق نہی کا صیغہ تحریم پر دلالت کرتا ہے یا کراہت پر' نہی کا صیغہ تکرار چاہتا ہے یا نہیں' نہی کا صیغہ فور چاہتا ہے یا تراخی' یہ بحثیں امر کے عنوان کے تحت آچکی ہیں' یہاں ان کا ذکر تکرار کا باعث ہوگا۔
- لفظ کی کسی معنی کے لئے مانے جانے کے اعتبار سے دیگر دو اقسام یعنی "عام" اور "مشترک" اگلی درسی اکائی میں بیان کی جائیں گی۔

اہم نکات

۱۔ نصوص شرعیہ کی تعبیر و تفسیر کا مقصد یہ ہے کہ شارع کی منشا معلوم کی جائے تاکہ نصوص سے احکام کا استنباط صحیح طریقے سے ہو سکے۔

۲۔ نصوص کی تعبیر و تفسیر میں مقاصد شریعت کا لحاظ رکھنا لازمی ہے۔

۳۔ کسی معنی کے لیے وضع کیے جانے کے اعتبار سے لفظ کی تین اقسام ہیں : خاص' عام اور مشترک۔

۴۔ خاص وہ لفظ ہے جو تنہا ایک معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ اور جو بلا شرکت غیرے ایک متعین و معلوم معنی پر دلالت کرے۔ خاص کے معنی پر عمل واجب ہے۔

۵۔ خاص کی چار اقسام ہیں : مطلق' مقیّد' امر اور نہی۔

۶۔ مطلق وہ لفظ ہے جو اپنی ماہیت پر ویسی ہی دلالت کرے جیسا وہ ہے۔ مطلق کی اصل بغیر کسی قید اور شرط کے اس پر عمل کرنا ہے۔

۷۔ مقیّد کوئی معین فرد یا افراد بتاتا ہے یا غیر معین فرد یا افراد کو کسی قید سے مقیّد کرتا ہے۔ مقیّد پر اس کی قید کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

۸۔ اگر مطلق اور مقیّد دونوں کا حکم اور سبب ایک ہی ہو تو متفقہ طور پر مطلق سے مقیّد مراد لیا جائے گا۔

۹۔ علماء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اگر مطلق اور مقیّد دونوں کے حکم اور سبب مختلف ہوں یا دونوں کے حکم مختلف ہوں لیکن ان کا سبب ایک ہو تو مطلق سے مقیّد مراد نہیں لیا جائے گا۔

۱۰۔ اگر مطلق اور مقیّد کا سبب مختلف اور حکم ایک ہو تو اس صورت میں مطلق سے مقیّد مراد لینے میں اختلاف ہے۔

۱۱۔ امر ایسا لفظ ہے جو ایک شخص خود کو بالادست سمجھ کر دوسرے کو کہے اور جس میں کسی فعل کی انجام دہی لازم کر دی گئی ہو۔

۱۲۔ جمہور کے نزدیک مطلق امر کا صیغہ وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

۱۳۔ وجوب صیغہ امر سے ثابت ہوتا ہے، فعل سے نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۴۔ وصف حسن کے اعتبار سے مامور بہ کی دو اقسام ہیں :

(ا) حُسن لذاتہ وہ فعل ہے جس کی ذات میں بغیر کسی واسطہ کے حُسن پایا جائے۔

(ب) حُسن لغیرہ وہ فعل ہے جس کی اپنی ذات میں کوئی حُسن نہ ہو بلکہ کسی غیر کے واسطے سے اس میں حُسن پایا جائے۔

۱۵۔ احناف کے نزدیک مطلق امر کا صیغہ کسی فعل کی محض طلب کے لئے ہے۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امر تکرار کا احتمال رکھتا ہے۔

۱۶۔ امر سے جو چیز واجب ہو اس کو بعینہ اس کے مستحق کے سپرد کرنا اداء کہلاتا ہے۔اس کی دو اقسام ہیں، اداء کامل اور اداء قاصر۔

۱۷۔ امر سے جو چیز واجب ہو اس کے مثل کو اس کے مستحق کے سپرد کرنا قضاء کہلاتا ہے۔اس کی بھی دو اقسام ہیں، قضاء کامل اور قضاء قاصر۔

۱۸۔ کسی چیز کا حکم دینے کا حکم دینا اس چیز کا حکم نہیں کہلائے گا، یہ جمہور کی رائے ہے۔

۱۹۔ جس چیز کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہوتی ہو، وہ بھی واجب ہے۔

۲۰۔ کسی شخص کا خود کو برتر سمجھتے ہوئے ایسا صیغہ استعمال کرتے ہوئے جو ممانعت پر دلالت کرے' دوسرے شخص سے ترک فعل کا مطالبہ کرنا نہی کہلاتا ہے۔

۲۱۔ منہی عنہ کی ذات میں قباحت کے لحاظ سے دو اقسام ہیں :

(ا) قبیح لذاتہ : یہ وہ منہی عنہ ہے جو اپنی ذات میں قبیح ہو اور عین اسی کے بارے میں نہی آئی ہو۔

(ب) قبیح لغیرہ : جو غیر کی وجہ سے قبیح ہو جائے اور نہی کا حکم منہی عنہ کی ذات پر وارد نہ ہوا ہو بلکہ نہی کا تعلق دوسری شے سے ہو۔

۲۲۔ احناف کے نزدیک افعال شرعیہ پر مطلق نہی قبیح لغیرہ کا تقاضا کرتی ہے۔ فعل منہی عنہ اپنی ذات کے اعتبار سے مشروع اور جائز ہے لیکن کسی وصف کی وجہ سے قبیح ہو گیا ہے۔

جمہور کے نزدیک مطلق نہی سے منہی عنہ قبیح لذاتہ ہے' وہ فعل اپنی ذات میں ہی غیر مشروع اور قبیح ہے۔

کتب برائے مزید مطالعہ

۱۔ الوجیز فی اصول الفقہ از ڈاکٹر عبدالکریم زیدان۔اردو ترجمہ جامع الاصول' مترجم ڈاکٹر احمد حسن، مطبع' مجتبائی پاکستان' ہسپتال روڈ لاہور۔

۲۔ اسلامی فقہ کے اصول و مبادی از ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی، دار التذکیر، حمید سنٹر رائل پارک لاہور۔

۳۔ اصول الشاشی' مترجم علامہ غلام قادر لاہوری، نذر سنز پبلشرز اردو بازار لاہور۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع

۱۔ قرآن مجید

۲۔ ابن قیم 'ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر (م ۷۵۱ھ) اعلام الموقعین عن رب العالمین 'دارالجیل بیروت لبنان ۱۹۷۳ء

۳۔ ابن ماجہ 'ابو عبداللہ محمد بن یزید (م ۲۷۳ھ) سنن ابن ماجہ 'مترجم علامہ وحید الزمان اہل حدیث اکادی' کشمیری بازار لاہور۔

۴۔ اصفہانی 'راغب (م ۵۰۶ھ) مقدمۃ التفسیر 'مترجم محمد اشرف قریشی' قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

۵۔ آمدی 'ابوالحسن علی بن علی بن محمد (م ۶۳۱ھ) الاحکام فی اصول الاحکام 'دارالحدیث 'الازھر

۶۔ بخاری 'عبدالعزیز' کشف الاسرار علی اصول فخر السلام البزدوی 'الصدف پبلیشرز' کراچی پاکستان۔

۷۔ بخاری 'محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ) صحیح بخاری ' مترجم قاری محمد عادل خان۔ قاری محمد فاضل قریشی۔ مکتبہ تعمیر انسانیت 'اردو بازار لاہور ۱۹۷۹ء

۸۔ بردیسی' محمد زکریا، اصول الفقہ، دارالثقافہ للنشر والتوزیع ۱۹۸۳ء

۹۔ بنانی' حاشیۃ العلامہ البنانی علی المحلی علی متن جمع الجوامع للسبکی 'دارالفکر ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء

۱۰۔ جزیری 'عبدالرحمٰن' کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ، دارالفکر بیروت 'الطبعۃ الاولی۔

۱۱۔ جزیری' کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ ، مترجم منظور احسن عباسی 'شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب لاہور ۱۹۷۷ء

۱۲۔ ذھبی 'محمد حسین الدکتور، التفسیر والمفسرون، دارالکتب الحدیثیہ '۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء

۱۳۔ زیدان 'عبدالکریم' الوجیز فی اصول الفقہ 'اردو ترجمہ جامع الاصول' مترجم ڈاکٹر احمد حسن مطبع مجتبائی پاکستان ہسپتال روڈ لاہور ۱۹۸۶ء

۱۴۔ سرخسی 'ابی بکر محمد احمد بن ابی سہل (م ۴۹۰ھ) اصول السرخسی 'دارالمعارف العثمانیہ ، المکتبہ المدینہ، اردو بازار لاہور ۱۰۳۱ھ ۱۹۸۱ء

۱۵۔ سیوطی' جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر (م ۹۱۱ھ) الاتقان فی علوم القرآن' مترجم محمد حلیم انصاری 'ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۲ء

۱۶۔ شاطبی 'ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ (م ۷۹۰ھ) الموافقات فی اصول الشریعہ 'شرح بقلم عبداللہ دراز 'المکتبہ التجاریہ الکبریٰ 'مصر ۱۳۹۵ء / ۱۹۷۵ء

۱۷۔ شاشی 'اسحاق بن ابراہیم (م ۳۲۵ھ) اصول الشاشی، مترجم علامہ غلام قادر لاہوری' نذر پبلشرز، اردو بازار لاہور ۱۹۷۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۸۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد (م ۱۲۵۵ھ) ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان۔

۱۹۔ غزالی، ابو حامد محمد بن محمد بن محمد (م ۵۰۵ھ) المستصفی علم الاصول، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء

۲۰۔ غزالی، احیاء علوم الدین، مترجم مولانا محمد احسن نانوتوی، اردو ترجمہ مذاق العارفین، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور۔

۲۱۔ فیروز آبادی، ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیرازی (م ۴۷۶ھ) اللمع فی اصول الفقہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان ۱۴۰۵ھ / ۱۹۷۵ء

۲۲۔ کاسانی، علاء الدین ابی بکر بن مسعود (م ۵۸۷ھ) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ

۲۳۔ نسفی، ابو برکات عبداللہ بن احمد (م ۷۱۰ھ) کشف الاسرار شرح المصنف علی المنار، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء

۲۴۔ برٹ، ایڈون اے، فلسفہ مذہب، مترجم بشیر احمد ڈار، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ لاہور ۱۹۶۳ء

۲۵۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م ۲۷۹ھ) جامع ترمذی، مترجم علامہ وحید الزماں، نعمانی کتب خانہ، اردو بازار لاہور ۱۹۸۸ء

۲۶۔ سعید اکبر آبادی، مولانا، فہم قرآن، ادارہ اسلامیات، انار کلی لاہور ۱۹۸۲ء

۲۷۔ سکروڈوی، جمیل احمد مولانا، قوت الاخیار شرح نور الانوار ملا جیون، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء

۲۸۔ عبدالرحیم، سر، اصول فقہ اسلام، مترجم مولوی مسعود علی، منصور بک ہاؤس، کچہری روڈ لاہور

۲۹۔ عودہ، عبدالقادر (شہید ۱۹۵۴ء) التشریع الجنائی الاسلامی، دار الکاتب العربی، بیروت لبنان

۳۰۔ مالک ابن انس (م ۱۷۹ھ) موطا امام مالک، مترجم علامہ وحید الزماں، اسلامی اکادمی، اردو بازار لاہور ۱۴۰۲ھ

۳۱۔ محمد ادیب صالح، تفسیر النصوص فی الفقہ الاسلامی، مطبعہ جامعہ، دمشق ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء ۳۲۔ مسلم بن الحجاج قشیری (م ۲۶۱ھ) صحیح مسلم، مترجم علامہ وحید الزمان، نعمانی کتب خانہ، اردو بازار لاہور۔

33- LORD LLOYD, INTORODUCTION TO JURISPRUDENCE, STEVENS AND SONS, LONDON, 1979.

34- A CONCISE DICTIONARY OF LAW, OXFORD UNIVERSITY PRESS, 48

www.kitabosunnat.com

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹-ج ماڈل ٹاؤن، لاہور
نمبر 20781

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

SHARI'AH ACADEMY

أكاديمية الشريعة

ISLAMABAD
PAKISTAN

INTERNATIONAL ISLAMIC UNIVERSITY